جلد ۲ دسمبر ۱۹۶۱ء شمارہ ۱۲

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے
قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

دسمبر ۱۹۶۱ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ :- پانچ روپے ——— ٭ ——— فی پرچہ :- پچاس پیسے

فہرست مضامین

طابع وناشر :- محمد ابراہیم ٭ مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ"
(دارالصدر جنوبی ربوہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۲ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۱۲

(۱۵ دسمبر ۱۹۶۱ء)

دلی وابستگی اور جذبۂ عشق کا امتحان

آسمانی آواز پر لبیک کہنے کی عظیم الشان سعادت

ایک مامور من اللہ کے سچے متبعین اُس مامور کے ساتھ دلی وابستگی اور محبت وعشق کے ایک ایسے رشتہ میں منسلک ہوتے ہیں کہ جو ٹوٹے بھی نہیں ٹوٹتا۔ دنیا اسے لاکھ توڑنے کی کوشش کرے وہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جاتا ہے اور ایک ایسے قوی اور زبردست بندھن کی صورت اختیار کر لیتا ہے کہ جس کے کھلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے دلی وابستگی اور محبت وعشق کے اِس تعلق کو قرآن مجید میں ایک نہایت ہی لطیف مثال سے واضح فرمایا ہے۔ اُس نے یہ مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک کشف کے تعلق میں بیان کی ہے اور کی بھی ہے نہایت مختصر اور جامع الفاظ میں جو قل ودل کی بہترین مثال ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اُن کی قوم کی اصلاح کے لئے مامور کیا تو حضرت ابراہیم کو اپنی قوم کی گمراہی وضلالت، اُن میں سرکشی وطغیان کی کثرت اور شرک میں مبتلا ہونے کے باعث اُن کی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر کسی قدر اچنبھا ہوا کہ یہ لوگ جو روحانی طور پر مُردہ اور سراسر بے جان نظر آتے ہیں میری آواز پر کس طرح کان دھریں گے اور کس طرح یہ محیر العقول انقلاب رونما ہوگا کہ یہ موت کی آغوش میں سونے والے روحانی طور پر زندہ ہو کر حیاتِ ابدی کے وارث ٹھہریں۔ آپ کے دل میں اِس استعجاب کے پیدا ہونے پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک کشفی نظارہ دکھایا

جس میں آپ نے دیکھا کہ آپ باری تعالیٰ سے ہمکلام ہیں اور اپنے اس حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ اے میرے رب مجھے بتا کہ تُو ایک مُردہ قوم کو کس طرح زندہ کرتا ہے ؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت لطیف مثال دے کر آپ کو تسلی دی کہ آپ کی قوم بھی ضرور زندہ ہو گی چنانچہ فرمایا :-

فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ (سورۃ ۲-آیت ۲۶۱)	چار پرندے لے اور اُن کو اپنے ساتھ سدھا لے پھر اُن میں سے ہر ایک کو ایک پہاڑ پر الگ الگ رکھدے پھر اُنہیں بلا وہ تیری طرف تیزی کے ساتھ چلے آئینگے۔ اور جان لے کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔

اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہی باور کرایا ہے کہ تیری قوم زندہ ہی نہیں ہو گی بلکہ ان کے اور تیرے درمیان محبّت وعشق کا ایک ایسا تعلق استوار ہو گا کہ یہ پروانہ وار تجھ پر گریں گے اور جب تو انہیں بلائیگا تو وہ اس طرح دیوانہ وار تیری طرف دَوڑے چلے آئیں گے جس طرح سدھے ہوئے پرندے اپنے مالک کی آواز پر بے تحاشہ اور بے انداز تیزی کے ساتھ اُڑتے ہوئے اس کے پاس جا پہنچتے ہیں۔ پرندے پالنے کی ہدایت سے خدا تعالیٰ کی مراد یہی تھی کہ اے ابراہیم ! بے شک آج تیری قوم تیری آواز پر کان دھرنے کے لئے تیار نہیں ہے لیکن تو انہیں حق کی طرف بلانے کی کوشش کرتا رہ۔ بالآخر اُن میں سے کچھ نہ کچھ لوگ ضرور ایمان لے آئیں گے۔ اس طرح جو ایمان لائیں تو ان کی تربیت کر اور اُنہیں اس طرح سدھالے جس طرح لوگ پرندوں کو سدھا لیتے ہیں پھر انہیں چاروں طرف (چار پرندوں سے درحقیقت چار اطراف ہی مراد تھیں) یعنی شمال وجنوب اور مشرق ومغرب میں روانہ کر دے۔ وہ تیرے پیغام کو دوسروں تک پہنچائیں گے اور اُنہیں بھی اپنے رنگ میں رنگین کرلیں گے۔ اس تمام عرصہ میں اُن کے اور تیرے درمیان عشق ومحبّت کا ایسا تعلق قائم ہو چکا ہو گا کہ جب بھی تو انہیں آواز دے گا تو وہ تیری طرف دوڑے چلے آئیں گے۔ اُس وقت بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی اُن کی راہ میں حائل نہ ہو سکے گی۔ وہ دیوانہ وار کھنچے چلے آئینگے اور اس طرح تجھ پر نثار ہونے کے لئے گریں گے جس طرح پروانے شمع پر گرتے ہیں۔ اُن کا اس طرح تیری آواز پر دیوانہ وار دَوڑے چلے آنا اُن کے ولولۂ عشق کی ایک بیّن علامت ہو گا اور اُن کی روحانی حیات پر ایک زبردست اور محکم دلیل کا کام دے گا۔

قرآن مجید سے پتہ چلتا ہے کہ اس آسمانی کشف کے عین مطابق جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ لوگ آپ کے گرد جمع ہوتے چلے گئے اور آپ نے انہیں اطراف وجوانب میں پھیلا دیا تو خدا نے آپ کو بذریعہ وحی اطلاع دی کہ اب اس کشف کے بتمام وکمال پورا ہونے کا وقت آن پہنچا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

حکم دیا کہ اے ابراہیم! اب تو انہیں پکار اور آواز دیکر اپنی طرف بلا اور پھر دیکھ کہ وہی لوگ جو پہلے روحانی طور پر مُردہ تھے کس طرح دلی وابستگی اور جذبۂ عشق سے سرشار ہو کر تیری آواز پر لبیک کہتے ہیں اور دُور دور دراز علاقوں سے تیری طرف دَوڑے چلے آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آواز دینے کا حکم دیکر فرمایا:۔

يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ
يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ○
(سورۃ ۲۲ - آیت ۲۸)

وہ پیدل بھی اور ایسی سواری پر بھی جو لمبے سفر کی وجہ سے دُبلی ہو گئی ہو دُور دُور سے گہرے راستوں پر سے ہوتے ہوئے تیرے پاس چلے آئیں گے۔

فی الحقیقت ایسا ہی ہوا اور بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ لوگ جذبۂ عشق سے سرشار ہو کر اس کثرت سے آئے کہ مکہ کی وادی میں جس طرف بھی نگاہ اُٹھتی وہ ابراہیمؑ کے "سدھائے ہوئے پرندوں" سے ہی آباد نظر آتی وہ آئے اور دیوانہ وار آئے، دُور دُور سے آئے اور جن راستوں پر سے چل کر آئے اُن پر آمد و رفت کی کثرت کے باعث گڑھے پڑ پڑ گئے۔

مذکورہ بالا مثال اور خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں اس کا مہتم بالشان عملی ظہور اس امر پر دال ہے کہ ایک مامور من اللہ کے سچے متبعین کا اُس مامور کے ساتھ تعلق عشق کے انتہائی درجہ پر پہنچا ہوا ہوتا ہے۔ وہ اس کی آواز پر اس طرح لبیک کہتے ہیں اور اس طرح پروانہ وار اُس پر نثار ہوتے ہیں کہ دنیا اُن کی اِس وارفتگی اور ایثار کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔ اُن کی یہ وارفتگی اور دین کی خاطر اُن کا یہ ایثار اُن کی کامیابی کا ضامن ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے مامور کو اس طرح ایمان لانے والوں کو بلانے کا حکم دیکر دراصل اس کے متبعین کی دلی وابستگی، ذوق و شوق، ولولۂ عشق اور وفاداری و جاں نثاری کا امتحان لیتا ہے اور اس امتحان میں کامیاب ہونے پر انہیں اپنی خاص تائید و نصرت سے نوازتا ہے اور وہ اس کے خاص فضل اور رحم کے نتیجہ میں اپنے مقصد میں فائز المرام ہو جاتے ہیں۔

اس آخری زمانہ میں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اسلام کے از سرِ نو احیاء، زمین کے کناروں تک اس کی اشاعت اور دنیا بھر میں اس کی سربلندی اور غلبہ کے لئے مبعوث فرمایا تو اس نے آپ کو بھی اِس غرض کے پیشِ نظر وفاداروں اور جاں نثاروں کی ایک جماعت قائم کرنے کا حکم دیا اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح آپ کو بھی تسلّی دی کہ تُو اکیلا نہیں رہے گا بہت جلد وہ وقت آئے گا کہ لوگ تیرے حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر تجھ سے رشتۂ محبت و مودّت استوار کریں گے اور ذوق و شوق اور ولولۂ عشق میں اس درجہ ترقی کریں گے کہ دُور دُور سے تیری طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

وَلَا تَيْئَسْ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ - اَلَاۤ اِنَّ رَوْحَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ - اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ - يَاْتِيْكَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ - يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔

(براہین احمدیہ حصہ سوم صفحہ ۲۴۱ حاشیہ در حاشیہ)

اور تو خدا کی رحمت سے نومید مت ہو۔ خبردار ہو کہ خدا کی رحمت قریب ہے۔ خبردار ہو کہ خدا کی مدد قریب ہے وہ ہر ایک دور کی راہ سے تجھے پہنچے گی اور ایسے رستوں سے پہنچے گی کہ جو تیرے پاس آنے والے لوگوں کے بکثرت چلنے کی وجہ سے گہرے ہو جائیں گے اور اس کثرت سے لوگ تیرے پاس آئیں گے کہ جن راستوں پر وہ چلیں گے وہ گہرے ہو ہو جائیں گے۔

چنانچہ آپ نے ارشادِ خداوندی کی تعمیل میں جماعتِ احمدیہ کی بنیاد ڈالی اور اپنے متبعین کی روحانی تربیت میں دن رات مصروف رہ کر ان میں سے ہر ایک کو پتھر سے پارس بنا دیا۔ آپ کے متبعین فرداً فرداً حسبِ فرصت دوسرے شہروں اور علاقوں سے گاہے گاہے آپ کے پاس آتے اور آپ کے فیضِ صحبت سے مستفیض ہو کر اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاتے۔ مہمانوں کی آمد کا یہ سلسلہ سال بہ سال اسی طرح جاری رہا حتیٰ کہ وہ مبارک ساعت بھی آن پہنچی کہ جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے ایک ہی وقت میں اپنے متبعین کو قادیان کے اندر آ جمع ہونے کے لئے پکارا۔ چنانچہ آپ نے ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں آپ نے اپنے متبعین کے لئے یہ لازمی قرار دیا کہ وہ آئندہ سے بالالتزام سال کے سالِ مقررہ تاریخوں میں خدائے واحد کا نام بلند کرنے کے لئے مرکز میں آ جمع ہوا کریں اور پختہ عہد کریں کہ وہ ان تاریخوں میں حتی الوسع والطاقت ضرور بالضرور حاضر ہو جایا کریں گے۔ آپ نے جن جادو بھرے الفاظ میں انہیں پکارا وہ یہ تھے:۔

"تمام مخلصین داخلین سلسلۂ بیعت اِس عاجز پر ظاہر ہو کہ بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولا کریم اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالتِ انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو۔ لیکن اِس غرض کے حصول کے لئے صحبت میں رہنا اور ایک حصہ اپنی عمر کا اس راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے تا کہ اگر خدائے تعالیٰ چاہے تو کسی برہانِ یقینی کے مشاہدہ سے کمزوری اور ضعف اور کسل دُور ہو اور یقینِ کامل پیدا ہو کر ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق پیدا ہو جائے۔ سو اِس بات کے لئے ہمیشہ فکر رکھنا چاہیئے اور دُعا کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ یہ توفیق بخشے اور جب تک یہ توفیق حاصل نہ ہو کبھی کبھی ضرور ملنا چاہیئے کیونکہ سلسلہ بیعت میں داخل ہو کر پھر ملاقات کی پروا نہ رکھنا ایسی بیعت سراسر بے برکت اور صرف ایک رسم کے طور پر

ہو گی۔ اور چونکہ ہر یک کے لئے بباعث ضعفِ فطرت یا کمیٔ مقدرت یا بُعد مسافت یہ میسر نہیں آسکتا کہ وہ صحبت میں آکر رہے یا چند دفعہ تکلیف اٹھا کر ملاقات کے لئے آوے کیونکہ اکثر دلوں میں ایسا اشتعالِ شوق نہیں کہ ملاقات کے لئے بڑی بڑی تکالیف اور بڑے بڑے حرجوں کو اپنے پر روا رکھ سکیں لہذا قرین مصلحت معلوم ہوتا ہے کہ سال میں تین روز ایسے مقرر کئے جائیں جس میں تمام مخلصین اگر خدا تعالیٰ چاہے بشرطِ صحت و فرصت و عدم موانع قویہ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو سکیں سو میرے خیال میں بہتر ہے کہ وہ تاریخ ۲۷ر دسمبر سے ۲۹ر دسمبر تک قرار پائے۔ یعنی آج کے دن کے بعد جو ۳۰ر دسمبر ۱۸۹۱ء ہے آئندہ اگر ہماری زندگی میں ۲۷ر دسمبر کی تاریخ آجاوے تو حتی الوسع تمام دوستوں کو محض للہ ربانی باتوں کے سننے کے لئے اور دعا میں شریک ہونے کے لئے اس تاریخ پر آجانا چاہیئے۔ اور اس جلسہ میں ایسے حقائق اور معارف کے سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور یقین اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں۔ اور نیز ان دوستوں کے لئے خاص دعائیں اور خاص توجہ ہو گی اور حتی الوسع بدرگاہ ارحم الراحمین کوشش کی جائے گی کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف ان کو کھینچے اور اپنے لئے قبول کرے اور پاک تبدیلی ان میں بخشے۔" (آسمانی فیصلہ صفحات ۱ تا ۲)

اس اعلان کے ساتھ جماعت احمدیہ میں باقاعدہ مستقل بنیادوں پر جلسہ سالانہ کی بنیاد پڑی۔ چونکہ یہ کوئی معمولی جلسہ نہ تھا بلکہ افرادِ جماعت کے ذوق اور شوق اور ولولۂ عشق کو پرکھنے کے لئے خدا نے اسے بطور امتحان مقرر فرمایا تھا اور اس امتحان میں کامیاب ہونے کے ساتھ اس نے اپنی غیر معمولی تائید و نصرت کو وابستہ قرار دیا تھا اس لئے آپ نے احبابِ جماعت پر اس کی بنیادی اہمیت واضح کرتے ہوئے انہیں خبردار کیا کہ:۔

"مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلاءِ کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کیلئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کی تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا نہ خوارق

کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بے ہودہ اور بے اصل اور مخالفِ قرآن روایتوں کو ملانے والے اور خدا تعالیٰ اس اُمّتِ وسط کے لئے بَین بَین کی راہ زمین پر قائم کر دیگا، وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا، وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی، وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا ضرور یہی ہوگا، جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے۔ مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔" (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

ظاہر ہے ایسے بابرکت الٰہی جلسے میں ہر فردِ جماعت کا شریک ہونا ازبس ضروری تھا اور خدشہ تھا کہ کہیں بعض کم مقدرت احباب محض مالی تنگی کی وجہ سے اس میں شمولیت کی عظیم الشان سعادت سے محروم نہ رہ جائیں اس لئے آپ نے تاکید فرمائی ہے کہ :-

"کم مقدرت احباب کے لئے مناسب ہوگا کہ پہلے ہی اس جلسہ میں حاضر ہونے کا فکر رکھیں اور اگر تدبیر اور قناعت شعاری سے کچھ تھوڑا تھوڑا سرمایہ خرچ سفر کے لئے ہر روز یا ماہ بماہ جمع کرتے جائیں اور الگ رکھتے جائیں تو بلا دقت سرمایہ سفر میسر آجاوے گا گویا یہ سفر مفت میسر ہو جائے گا۔ اور بہتر ہوگا جو صاحب احباب میں سے اس تجویز کو منظور کریں وہ مجھ کو ابھی بذریعہ اپنی تحریر خاص کے اطلاع دیں تاکہ ایک علیحدہ فہرست میں ان تمام احباب کے نام محفوظ رہیں کہ جو حتی الوسع والطاقت تاریخ مقررہ پر حاضر ہونے کے لئے اپنی آئندہ زندگی کے لئے عہد کر لیں اور بدل و جان بختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں۔"

(آسمانی فیصلہ)

جلسہ سالانہ کی بنیاد رکھنے کے تعلق میں جاری ہونے والا یہ اعلان، اعلان نہیں بجلی کا ایک کڑکا تھا جس سے قلوب انسانی کی اقلیم کے در و دیوار لرز اُٹھے، خفتہ سے خفتہ دل بھی بیدار ہوئے بغیر نہ رہے اور مقررہ تاریخیں آنے کی دیر تھی کہ شمال و جنوب اور مشرق و مغرب سے ابراہیم ثانی کے پرندے دیوانہ وار اُڑتے ہوئے اپنے مرکز میں پہنچنے اور جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اس کے بعد سال بہ سال اس الٰہی جلسہ میں شمولیت اختیار کرنے والوں کی تعداد میں بڑی سرعت کے ساتھ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جہاں اس اعلان کے بعد منعقد ہونے والے پہلے جلسے میں جو ۲۷ دسمبر ۱۸۹۲ء کو منعقد ہوا تھا حاضر ہونے والوں کی تعداد ۵۰۰ تھی وہاں چند ہی سال میں ہزاروں تک جا پہنچی۔ اور بڑھتے بڑھتے اس میں اتنی ترقی ہوئی کہ اب اس جلسہ میں شریک ہونے والوں کی تعداد ستر اسّی ہزار کے لگ بھگ ہوتی ہے اور ہر سال یاتیک من کل فج عمیق کے خدائی وعدے کا

ایمان افروز ظہور روحوں پر وجد کی کیفیت طاری کر دیتا ہے اور وہ فرطِ انبساط کے باعث جھوم اُٹھتی ہیں۔

اسی بابرکت، مقدس اور للّٰہی جلسۂ سالانہ کے مقدس ایّام اب بہت قریب آ رہے ہیں، نہیں قریب ہی نہیں آ رہے بلکہ اب گنتی کے صرف چند دن باقی ہیں کہ یہ بابرکت جلسہ دعاؤں، ذکرِ الٰہی اور انابت الی اللہ کے رُوح پرور ماحول میں حصولِ تائید و نصرتِ الٰہی کی عظیم الشان روایات کے ساتھ پھر منعقد ہونے والا ہے۔ اس میں شمولیت اختیار کرنا در اصل اُس آسمانی آواز پر لبیک کہنے کی سعادت حاصل کرنا ہے جو ابراہیمی سنّت کی اتباع میں خدا تعالیٰ کی مشیّت اور اُس کے اِذن کے ماتحت اِس دَور کے ابراہیم ثانیؑ نے آج سے ستر سال پہلے بلند کی تھی اور جس کے متعلق خدا نے یاتیک من کل فجٍ عمیق کی بشارت دے کر اس میں شمولیت کو ہر احمدی کے لئے لازمی قرار دیا تھا۔

سو اَے ابراہیم ثانی کے پرندو! یہ تمہارے ذوق اور شوق اور ولولہ عشق کے امتحان کا موقع ہے۔ آؤ اور دوڑتے ہوئے آؤ اور اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دو اور اپنے عمل سے دنیا کو ایک دفعہ پھر بتا دو کہ اِس زمانہ میں خدا کے مسیح نے باذن اللہ جن مُردوں کو زندہ کیا تھا اب قیامت تک اُن پر کبھی موت وارد نہیں ہو سکتی۔ مسیحِ محمدی کے انفاسِ قدسیہ نے انہیں وہ زندگی عطا کی ہے جو حیاتِ جاوداں کا درجہ رکھتی ہے، بفضلہ تعالیٰ اب موت کی مجال نہیں کہ اِس کے قریب بھی پھٹک سکے۔

اے شمعِ احمدیت کے پروانو! تمہارے لئے خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت کے دروازے پھر کھلنے والے ہیں۔ آؤ اور بے اختیار اپنے دلوں کی گہرائیوں سے لبیک، لبیک کی صدائیں بلند کرتے ہوئے آؤ اور اس طرح اپنے آپ کو خدائے قادر و قدوس کی غیر معمولی تائید و نصرت کا مورد بناؤ اور ثابت کر دکھاؤ کہ تم خدا کے مبعوث کردہ مسیح کے ساتھ محبت و عشق کے ایک ایسے رشتہ میں منسلک ہو کہ کوئی دنیوی مصروفیت یا کوئی اور مشکل یا سفر کی صعوبت اُس پر اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

یقین جانو کہ اس وقت خدا تعالیٰ کی رحمت جوش میں ہے اور تمہارے حق میں مسیحِ پاکؑ کی اُن دعاؤں کو قبول کرنے کے لئے بے تاب ہے جو حضورؑ جلسہ پر آنے والوں کے لئے پہلے سے کر گئے ہیں۔ اِس راہ میں قدم رکھنے کی دیر ہے کہ یہ دعائیں تمہارے حق میں قبول ہو کر تمہیں آن کی آن میں فائز المرام کر دیں گی کیسی عظیم الشان دعائیں ہیں جنکی قبولیت تمہارے انتظار میں تمہاری راہ تک رہی ہے مسیح پاک علیہ السلام اللہ تعالیٰ کو خود اُس کے بے حساب جُود و عطا اور بے انداز و بے قیاس رحم و سخا کا واسطہ دے کر اُس کی بارگاہِ بے ہمتا میں عرض کرتے ہیں:-

"بالآخر میں دعا پر ختم کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ اُن کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم و غم دور فرما دے اور اُن کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور اُن کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے اُن بندوں کے ساتھ اُن کو اُٹھاوے جن پر اُس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتامِ سفر اُن کے بعد اُن کا خلیفہ ہو۔ اے خدا، اے ذوالمجد والعطا اور رحیم اور مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر ایک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔" (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

بھلا کون احمدی ہوگا جو یہ تمنا نہ کرے گا کہ وہ اور اُس کے اہل و عیال عند اللہ ان دعاؤں کے مصداق قرار پائیں۔ ہر احمدی خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا اس للّٰہی جلسہ میں شمولیت کی نیت سے رختِ سفر باندھ کر اپنے آپ کو بآسانی ان دعاؤں کا مصداق بنا سکتا ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور عرض کر سکتا ہے کہ اے ارحم الراحمین میں اپنے دعوئ عشق میں صادق ہوں تو میرے اور میرے اہل و عیال کے ساتھ صادقوں والا سلوک کر۔

اللہ تعالیٰ سب احباب کو دلی وابستگی اور محبت و عشق کے اس سہل لیکن نہایت ہی اہم امتحان میں کامیاب ثابت ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللّٰھم آمین ÷

"ہر ایک صاحب ضرور تشریف لاویں"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لاویں جو زادِ راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدرِ ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اُس کے رسولؐ کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں۔" (اشتہار ۷ دسمبر ۱۸۹۲ء)

کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سچی نیکی اور اُس کے برکات و ثمرات حاصل کرنے کا طریق

یاد رکھو جو کچھ بیان کیا جائے اُسے توجّہ اور بڑے غور سے سُنو!

جو توجّہ سے نہیں سُنتا وہ عرصۂ دراز تک صحبت میں رہنے کے باوجود بھی کوئی فیض حاصل نہیں کر سکتا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسہ سالانہ ۱۹۰۱ء کے مبارک موقع پر ۲۷؍ دسمبر کو جو تقریر ارشاد فرمائی تھی اس میں نہایت مسحور کن انداز میں اِس امر کی طرف توجہ دلائی تھی کہ جو کچھ بیان کیا جائے اُسے پوری توجہ اور گہرے انہماک سے سُننا اور غور و فکر کے بعد بہ دل و جان اُس پر عمل پیرا ہونا از حد ضروری ہے اس کے بغیر کوئی شخص بھی خواہ وہ عرصۂ دراز تک کسی فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے کوئی فیض حاصل نہیں کر سکتا۔ جلسہ سالانہ کی مناسبت سے جو اس ماہ کے اواخر میں تزکیۂ نفوس و تطہیرِ قلوب کی شاندار روایات کے ساتھ ربوہ کی مقدس سرزمین میں منعقد ہو رہا ہے حضور علیہ السلام کی اس پُر معارف تقریر کا ایک ضروری اقتباس ذیل میں ہدیۂ احباب کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"سب کو متوجہ ہو کر سُننا چاہیئے۔ پورے غور اور فکر کے ساتھ سُنو کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا معاملہ ہے۔ اس میں سُستی، غفلت اور عدم توجہ بہت بُرے نتائج پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ ایمان میں غفلت سے کام لیتے ہیں اور جب اُن کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جاوے تو غور سے اُس کو نہیں سُنتے، اُن کو بولنے والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور مؤثر کیوں نہ ہو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان رکھتے ہیں مگر سُنتے نہیں اور دل رکھتے ہیں پر سمجھتے نہیں۔ پس یاد رکھو جو کچھ بیان کیا جاوے

اُسے توجہ اور بڑے غور سے سُنو کیونکہ جو توجہ سے نہیں سُنتا وہ خواہ عرصۂ دراز تک فائدہ رساں وجود کی صحبت میں رہے اُسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

جب خدا تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو دنیا میں مامور کر کے بھیجتا ہے تو اُس وقت دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو اُن کی باتوں پر توجہ کرتے اور کان دھرتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اُسے پورے غور سے سُنتے ہیں۔ یہ فریق وہ ہوتا ہے جو فائدہ اٹھاتا ہے اور سچی نیکی اور اُس کے برکات و ثمرات کو پالیتا ہے۔ دوسرا فریق وہ ہوتا ہے جو اُن کی باتوں کو توجہ اور غور سے سُننا تو ایک طرف رہا اُن پر ہنسی کرتا اور اُن کو دُکھ دینے کیلئے منصوبے سوچتا اور کوششیں کرتا ہے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو اُس وقت بھی اِسی قاعدہ کے موافق دو فریق تھے ایک وہ جس نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سُنا اور پورے غور سے سُنا اور پھر آپ کی باتوں سے ایسے متاثر ہوئے اور آپ پر ایسے فِدا ہوئے کہ والدین اور اولاد، احباب اور اعزہ غرض دنیا میں جو چیز اُنہیں عزیز ترین ہوسکتی تھی اُس پر آپ کے وجود کو مقدم کر لیا۔ اچھے بھلے آرام سے بیٹھے تھے، برادری کے تعلقات اور احباب کے تعلقات سے اپنے خیال کے موافق لطف اُٹھا رہے تھے، مگر اس پاک وجود کیساتھ تعلق پیدا کرتے ہی وہ سارے رشتہ دار اور تعلق اُن کو چھوڑنے پڑے اور اُن سے الگ ہونے میں انہوں نے ذرا بھی تکلیف محسوس نہ کی بلکہ راحت اور خوشی سمجھی۔

اب غور کرنا چاہیئے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ کیا چیز تھی جس سے ان لوگوں کو اپنا گرویدہ ایسا بنا لیا کہ وہ اپنی جانیں دینے کے لئے تیار ہو گئے؟ اپنے تمام دنیوی مفاد اور منافع اور تمام قومی اور ملکی تعلقات کو قطع کرنے کے لئے آمادہ ہوئے، نہ صرف آمادہ بلکہ انہوں نے قطع کر کے اور اپنی جانوں کو دے کر دکھا دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کس خلوص اور ارادت سے ہوئے تھے۔ بظاہر آپ کے پاس کوئی مال و دولت نہ تھا جو ایک دنیادار انسان کے لئے تحریص اور ترغیب کا موجب ہو سکے۔ خود آپ نے یتیمی میں پرورش پائی تھی آپ اوروں کو کیا دکھا سکتے تھے۔ مَیں کہتا ہوں کہ بے شک آپ کے پاس کوئی مال و دولت اور دنیوی تحریص و ترغیب کا ذریعہ نہ تھا اور ہرگز نہ تھا لیکن آپ کے پاس وہ زبردست چیزیں تھیں جو حقیقی اور اصلی، مؤثر اور جاذب ہوتی ہیں۔ وہی آپ نے پیش کیں اور انہوں نے ہی دنیا کو آپ کی طرف کھینچا۔ وہ تھیں حق اور کشش۔ یہ دو چیزیں ہی ہوتی ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام لے کر آتے ہیں۔ جب تک یہ دونوں موجود نہ ہوں انسان کسی ایک سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور نہ پہنچا سکتا ہے۔ حق ہو کشش نہ ہو کیا حاصل؟ کشش ہو لیکن حق نہ ہو تو اُس سے کیا فائدہ؟ بہت سے لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں اور دنیا میں موجود ہیں کہ اُن کی زبان پر حق ہوتا ہے

مگر دیکھا گیا ہے کہ وہ حق مفید اور مؤثر ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں؟ وہ حق صرف اُن کی زبان پر ہے اور دل اس سے آشنا نہیں۔ اور وہ کشش جو دل کی قبولیت کے بعد پیدا ہوتی ہے ان کے پاس نہیں ہے اس لئے وہ جو کچھ کہتے ہیں جس اوپرے دل سے کہتے ہیں اسی طرح پر اس کا اثر ہوتا ہے۔

سچی کشش، حقیقی جذب اور واقعی تاثیر اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب انسان اُس حق کو جسے وہ بیان کرتا ہے نہ صرف آپ قبول کرے بلکہ اُس پر عمل کر کے اس کے چمکتے ہوئے نتائج اور خواص کو اپنے اندر رکھتا ہو۔ جبتک انسان خود سچا ایمان اُن امور پر جو وہ بیان کرتا ہے نہیں رکھتا اور سچے ایمان کے اثر اعمال سے نہیں دکھاتا وہ ہرگز ہرگز مؤثر اور مفید نہیں ہوتے۔ وہ باتیں صرف بدبودار ہونٹوں سے نکلتی ہیں جو دوسروں کے کان تک پہنچیں اور بھی بدبودار ہو جاتی ہیں بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ ظالم وسفاک، حق کا یوں بھی خون کرتے ہیں کہ چونکہ اس کے برکات اور درخشاں ثمرات اُن کے ساتھ نہیں ہوتے اس لئے سُننے والے محض خیالی اور فرضی باتیں سمجھ کر اُن کی پرواہ بھی نہیں کرتے اور یوں دوسروں کو محروم کر دیتے ہیں۔ غرض یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ شخص جو دنیا کی اصلاح اور بہتری کا مدعی ہے جب تک اپنے ساتھ حق اور کشش نہ رکھتا ہو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور وہ لوگ جو توجہ اور غور سے بات کو نہیں سُنتے وہ اُن سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے جو کشش اور حق بھی رکھتے ہوں۔

جیسا کہ خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت ہے کہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی ہے اور اس قانونِ قدرت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی اِسی طرح دنیا پر اس قسم کے زمانے آتے رہتے ہیں کہ کبھی روحانی طور پر رات ہوتی ہے اور کبھی طلوعِ آفتاب ہو کر نیا دن چڑھتا ہے۔ چنانچہ پچھلا ایک ہزار جو گزرا ہے روحانی طور پر ایک تاریک رات تھی جس کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ ایک دن ہے جیسا کہ فرماتا ہے اِنّ یوماً عند ربّک کالف سنةٍ ممّا تعدّون۔ اِس ہزار سال میں دنیا پر ایک خطرناک ظلمت کی چادر چھائی ہوئی تھی جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو ایک ناپاک کیچڑ میں ڈالنے کے لئے پوری تدبیروں اور مکاریوں اور حیلہ جوئیوں سے کام لیا گیا ہے اور خود ان لوگوں میں ہر قسم کے شرک اور بدعات ہو گئے جو مسلمان کہلاتے تھے۔ مگر اس گروہ کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیسوا منّی ولستُ منھم یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں اُن سے ہوں۔ غرض جیسا کہ خدا تعالےٰ نے فرمایا یہ ہزار سالہ رات تھی جو گزر گئی۔ اب خدا تعالیٰ نے تقاضہ فرمایا کہ دنیا کو روشنی سے حصہ دے اُس شخص کو جو حصہ لے سکے، کیونکہ ہر ایک اِس قابل نہیں ہے کہ اس سے حصہ لے۔ چنانچہ اُس نے مجھے اِس صدی پر مامور کر کے بھیجا ہے تاکہ میں اسلام کو زندہ کروں۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے طور پر اور اصلی معنوں میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ وہ بہتوں کو مخلص نہ بنا سکے۔ ذرا سی غیر حاضری میں قوم بگڑ گئی باوجودیکہ ہارون بھی اُن میں موجود تھے۔ اور قوم

نے گوسالہ پرستی اختیار کی اور ساری عمر قسم قسم کے شکوک و شبہات پیش کرتے رہے۔ کبھی بھی انشراح قلب کے ساتھ ساری قوم باوجود بہت سے نشانوں کے دیکھنے کے مخلص نہ ہو سکی۔ اور ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناکام رہے یہاں تک کہ حواری بھی جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے بگڑ گئے اور بعض مرتد ہو کر لعنتیں کرنے لگے۔ فقیہہ اور فریسی جو موسیٰؑ کی گدّی پر بیٹھنے والے تھے اُن کو نصیب نہ ہوا کہ اُس آسمانی نور سے حصہ لیتے اور اُن سچائی کی باتوں کو جو حضرت مسیح علیہ السلام لے کر آئے تھے قبول کرتے اور توجہ سے سُنتے۔ اگرچہ کہا جائے گا کہ ان کو بہت سی مشکلات پیش آئیں جو مسیح کی علامتوں اور نشانات کے متعلق پیشگوئیوں کے رنگ میں تھیں لیکن اگر توجہ کرتے اور رشید ہوتے اور ان کو قوتِ جاذبہ ملی ہوتی تو ضرور فائدہ اٹھا لیتے اور ان دیگر مشکلات سے نکل جاتے۔

ان امور اور واقعات پر نگاہ کرنے سے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ انسان اپنے ہی حربہ سے ہلاک ہوتا ہے۔ جو لوگ توجہ نہیں کرتے اور اس کے وجود کو بے سُود اور فضول قرار دیتے ہیں اور اس کی پاکیزہ باتوں پر کوئی غور نہیں کرتے، اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ جیسا میں نے شروع میں کہا تھا کہ توجہ اور غور سے سُننا چاہیئے اور جو لوگ توجہ اور غور سے نہیں سُنتے وہ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو کان رکھتے ہوئے نہیں سُنتے۔ اسی طرح پر میں اب یوں کہتا ہوں کہ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہوتے ہیں اور جن کے کانوں اور آنکھوں پر پردے ہوتے ہیں اسی لئے وہ خدا تعالےٰ کے ماموروں اور مرسلوں کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور اُن سے فائدہ نہ اٹھا کر محروم ہو جاتے ہیں اور آخر عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں لیکن جو حسن ظن سے کام لے کر صبر اور استقلال کے ساتھ اس کی باتوں کو متوجہ ہو کر سُنتے ہیں وہ فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ آخر سچائی کی چمک خود اُن کے دل کو روشن کر دیتی ہے، اُن کی آنکھیں کُھل جاتی ہیں اور اُن کے کانوں میں نئی سُننے کی قوت پیدا ہوتی ہے، دل فکر کرتا ہے اور عمل کا رنگ پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ سُکھ پاتے ہیں۔“

(الحکم ۱۰ر مارچ ۱۹۰۲ء)

پاک طبع انسانوں کا شیوہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

”کوئی پاک طبع، ایسے انسان پر کسی طرح راضی نہیں ہو سکتا جو دین کے شعار کو بعض نفسانی اغراض کے لئے چھوڑتا ہے۔“

(ست بچن)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی کلام

فضائل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وَشَابَهَهُ الْفَارُوقُ فِي كُلِّ خُطَّةٍ　　وَسَاسَ الْبَرَايَا كَالْمَلِيكِ الْمُدَبِّرِ

اور حضرت عمر فاروقؓ بھی ہر موقع پر حضرت ابوبکرؓ کے مشابہ تھے آپ نے ایک مدبّر بادشاہ کی طرح اپنی رعیّت کی نگہداشت کی۔

سَعٰى سَعْيَ إِخْلَاصٍ فَظَهَرَتْ عِزَّةٌ　　وَشَانٌ عَظِيمٌ لِلْخِلَافَةِ فَانْظُرِ

آپ نے اخلاص کا مظاہرہ کیا تو عزّت اور بلند شان آپ کی خلافت کے لئے ظاہر ہوئی - اے مخاطب ذرا دیکھ تو سہی !

وَصَارَ ذُكَاءَ كَوْكَبٌ فِي وَقْتِهٖ　　فَوَاهًا لَّهٗ وَلِوَقْتِهِ الْمُطَهَّرِ

ایک ستارہ آپ کے عہد میں سورج بن گیا تھا - آپ پر اور آپ کے عہد مبارک پر صد آفرین !

إِمَامُ أُنَاسٍ فِي بِجَادٍ مُّرَقَّعٍ　　مَلِيكُ دِيَارٍ فِي كِسَاءٍ مُّغَبَّرٍ

وہ پیوند شدہ کمبل میں لوگوں کا امام تھا - اور غبار آلودہ چادر میں ملکوں کا بادشاہ تھا -

وَأُعْطِيَ أَنْوَارًا فَصَارَ مُحَدَّثًا　　وَكَلَّمَهُ الرَّحْمٰنُ كَالْمُتَخَيَّرِ

آپ کو خدا تعالیٰ کے بہت سے انوار دیئے گئے اور آپ خدا سے باتیں کرنے والے بن گئے - اور اللہ نے آپ سے برگزیدوں کی طرح کلام کیا -

وَفِي وَقْتِهٖ أَفْرَاسُ خَيْلِ مُحَمَّدٍ　　أَثَرْنَ غُبَارًا فِي بِلَادِ التَّنَصُّرِ

آپ کے عہد مبارک میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شہسواروں نے عیسائیوں کے ممالک کو روند ڈالا -

وَكَسَّرَ كِسْرٰى عَسْكَرُ الدِّينِ شَوْكَةً　　فَلَمْ يَبْقَ مِنْهُمْ غَيْرُ صُوَرِ التَّصَوُّرِ

اور اسلامی افواج نے کسریٰ کی شوکت کو توڑ کر رکھ دیا حتیٰ کہ کسریٰ کی سلطنت کا صرف تصور ہی باقی رہ گیا۔

وَكَانَ بِشَوْكَتِهٖ سُلَيْمَانُ وَقْتِهٖ　　وَجُعِلَتْ لَهٗ جِنُّ الْعِدَا كَالْمُسَخَّرِ

حضرت عمر اپنی شان و شوکت کے لحاظ سے حضرت سلیمان کے مشابہ تھے اور دشمنانِ اسلام جنوں کی طرح آپ کے قابو میں کر دیئے گئے

(سرّ الخلافہ)

حضرت مسیح موعودؑ کے چند فارسی اشعار

کا منظوم ترجمہ

(حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی)

اُردو ترجمہ	کلام حضرت مسیح موعود علیہ السّلام
مولا مرے قدیر مرے کبریا مرے پیارے مرے حبیب مرے دلرُبا مرے	اے خداوندِ من گناہم بخش
بارِ گنہ بلا ہے مرے سر سے ٹال دو جس رہ سے تم ملو مجھے اُس رہ پہ ڈال دو	سُوئے درگاہِ خویش راہم بخش
اِک نورِ خاص میرے دل وجاں کو بخش دو میرے گناہ ظاہر و پنہاں کو بخش دو	روشنی بخش در دِل و جانم پاک کُن از گناہِ پنہانم
بس اِک نظر سے عقدۂ دل کھول جائیے دل لیجئے مرا مجھے اپنا بنائیے	دلستانی و دلرُبائی کُن
ہے قابلِ طلب کوئی دنیا میں اور چیز؟ تم جانتے ہو تم سے سوا کون ہے عزیز	بہ نگاہے گرہ کُشائی کُن
دونوں جہاں میں مایۂ راحت تمہیں تو ہو جو تم سے مانگتا ہوں وہ دولت تمہیں تو ہو	در دو عالم مرا عزیز توئی وانچہ می خواہم از تو نیز توئی

(درِّ عدن)

تجارتی دیانت اور اُس کی اہمیت

(رقم فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ)

آجکل تجارتی دیانت مفقود ہو رہی ہے۔ کھانے پینے کی مختلف اشیاء میں ملاوٹ معمولی چیز سمجھی جاتی ہے حالانکہ اس سے لوگوں کی صحت برباد ہو جاتی ہے۔ پس اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ تجارتی دیانت پر زور دیا جائے۔ لوگ اس کی اہمیت کو سمجھیں۔ اسلام نے تجارتی دیانت پر بہت زور دیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام صرف لوگوں کی تجارتی بددیانتیوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ہی مبعوث کئے گئے تھے۔ سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تفسیر کبیر میں حضرت شعیب علیہ السلام کے واقعات کے ضمن میں جو کچھ تجارتی دیانت کے متعلق تحریر فرمایا ہے، ذیل میں درج کیا جاتا ہے ——— (ادارہ)

انگریزوں کے کئی لوگ دشمن ہیں مگر دشمن بھی اقرار کرتے ہیں کہ تجارت کے معاملہ میں انگریزوں پر زیادہ اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ انگریزوں سے اُتر کر امریکہ اور جرمنی کے لوگ ہیں اور اُن سے اُتر کر اور ممالک کے لوگ ہیں۔ مگر ایشیا تجارت میں اتنا خطرناک طور پر بدنام ہے کہ کوئی قوم اس پر اعتبار نہیں کرتی حالانکہ قومی ترقی ہمیشہ امانت اور دیانتداری کی شہرت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اگر تمام مسلمان تاجر دیانتدار ہوں تو لوگ سو دکانوں کو چھوڑ کر بھی اُن کے پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ ان سے سودا اچھا ملتا ہے لیکن اگر کوئی مسلمان دکاندار بھی ایک من آٹے میں سیر بھر مٹی ملا دیتا ہے تو اس کے اندر وہ کونسی چیز ہو گی جس کی وجہ سے لوگ اُس کی طرف توجہ کریں گے۔ پس ہر شخص کو اس بات کا فیصلہ کر لینا چاہیئے کہ مَیں نے بددیانتی کو مٹانا ہے۔ اگر اس کا باپ دکاندار ہے تو وہ اپنے باپ سے کہدے کہ مَیں تمہیں بددیانتی نہیں کرنے دوں گا۔ اگر اس کے بھائی دکاندار ہیں تو وہ اپنے بھائیوں سے کہدے کہ مَیں تمہیں بددیانتی نہیں کرنے دوں گا۔ اگر اس کے دوست اور رشتہ دار دکاندار ہیں تو وہ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے کہدے کہ مَیں تمہیں بددیانتی نہیں کرنے دوں گا۔ اگر اس کی بیوی دکان کرتی ہے تو وہ اپنی بیوی سے کہدے کہ مَیں تمہیں بددیانتی نہیں کرنے دوں گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ہر شخص اس بات کا تہیہ کر لے کہ مَیں نے

بددیانتیوں کا مقابلہ کرنا ہے تو ایک گھنٹہ کے اندر اندر اس عیب کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ اگر تمہارا بھائی تاجر ہے اور وہ بددیانتی کرتا ہے، اگر تمہارا باپ تاجر ہے اور وہ بددیانتی کرتا ہے، اگر تمہاری ماں تاجر ہے اور وہ بددیانتی کرتی ہے، اگر تمہاری بیوی تاجر ہے اور وہ بددیانتی کرتی ہے تو یہ بددیانتی اُس وقت تک ہی پنپ سکتی ہے جب تک ان کو یقین ہے کہ تم اُن کی محبّت کی خاطر اُن کی بالا افسروں کے پاس رپورٹ نہیں کرو گے۔ لیکن جب اُن کو معلوم ہو جائے گا کہ تم اُن کی محبّت کی پرواہ نہیں کرو گے اور تم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر وہ بددیانتی سے باز نہ آئے تو تم اُن کی رپورٹ کر دو گے تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ وہ دوسرے منٹ میں بددیانتی کریں۔ باپ کہے گا بیٹا پچھلا قصور جانے دو آئندہ میں کبھی بددیانتی نہیں کروں گا۔ بھائی کہے گا پچھلا قصور معاف کرو آج سے میں باز آیا۔ بیوی کہے گی اب یہ قصور معاف کر دو آئندہ میں ایسی حرکت نہیں کروں گی۔ پس قوم کی اصلاح تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ بیٹے کی اصلاح باپ کے ہاتھ میں ہے۔ باپ کی اصلاح بیٹے کے ہاتھ میں ہے۔ بھائی کی اصلاح بھائی کے ہاتھ میں ہے۔ بیوی کی اصلاح خاوند کے ہاتھ میں ہے اور ماں کی اصلاح بیٹوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر تم اِس طریق کو استعمال کرو تو چند دن نہیں بلکہ ایک گھنٹہ کے اندر اندر ساری قوم کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ لیکن اگر تمہارا دوست دیکھتا ہے کہ وہ بددیانتی کرے گا تو تم اس پر پردہ ڈالو گے اور جھوٹ بولو گے تو تم اُس کو بھی تباہ کرتے ہو اور آپ بھی تباہ ہوتے ہو۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی جماعت روپے سے زندہ نہیں رہ سکتی بلکہ ایمان سے زندہ رہتی ہے۔ اگر روپیہ ہی اصل چیز ہو تو یہودیوں، عیسائیوں، پارسیوں اور ہندوؤں کے پاس مسلمانوں سے بہت زیادہ روپیہ ہے پھر خدا تعالےٰ نے ان کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا؟ اِس لئے کہ ایمان کا روپے سے کوئی تعلق نہیں۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کو بھی روپیہ دیتا ہے مگر وہ روپیہ یا تو انعام کے طور پر ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ چاہتا ہے کہ اس کے ذریعہ غرباء کی امداد کی جائے اور یا پھر آزمائش کے طور پر ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ وہ اس روپیہ کا کیسے استعمال کرتے ہیں۔ اگر تو روپیہ کے آنے سے انسان کا ایمان سلامت رہے تو وہ روپیہ اس کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوتا ہے لیکن اگر وہ روپیہ انسان کے ایمان کو باطل کر دیتا ہے اور وہ بے ایمانوں جیسی چالاکیاں کرنے لگ جاتا ہے اور چوروں اور ٹھگوں کی طرح لوگوں کو لوٹتا ہے مثلاً بلیک مارکیٹ شروع کر دیتا ہے، مقررہ نرخ پر چیز فروخت نہیں کرتا بلکہ چیز کی موجودگی سے ہی انکار کر دیتا ہے، لیکن اگر اُسے کوئی چوری چھپے حسب منشا دام دیدے تو وہ اُسے فوراً مہیا کر دیتا ہے تو وہ روپیہ اُس کیلئے عذاب کا باعث بن جاتا ہے۔ اِس قسم کے ناجائز منافع خوروں کی ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے جیسے کہتے ہیں کہ کسی حریص آدمی کے پاس ایک مرغی تھی جو روزانہ سونے کا انڈا دیا کرتی تھی۔ اس کے دل میں لالچ پیدا ہوا کہ اگر میں اِسے

زیادہ کھلاؤں تو شاید یہ دو انڈے دینے لگ جائے۔ چنانچہ اُس نے مرغی کو پکڑ کر اُس کا مُنہ کھول کر روزانہ اُسے زیادہ سے زیادہ دانے کھلانے شروع کر دیئے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ مُرغی بیمار ہو کر مر گئی اور وہ ایک انڈے سے بھی محروم ہو گیا۔ اِس قسم کے ناجائز منافع خور بھی روپیہ جمع کرتے جاتے ہیں مگر ایک دن آتا ہے جب کسی نہ کسی رنگ میں انہیں اپنی اس بددیانتی کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ فوری نقصان اِس رنگ میں پہنچ جاتا ہے کہ جب وہ کسی شخص کو ایک سیر چیز دینے کی بجائے پندرہ چھٹانک دیتے ہیں اور وہ گھر جا کر اس کا وزن کرتا ہے تو اُسے پتہ لگتا ہے کہ دکاندار نے اُسے ایک چھٹانک چیز کم دی ہے تو وہ آئندہ کے لئے اس سے سودا لینا بند کر دیتا ہے۔ اِس طرح بظاہر تو اُسے ایک چھٹانک کا نفع ہوا تھا لیکن اُسے نقصان ہزار چھٹانک کا ہو گیا کیونکہ وہ آئندہ کے لئے اُس کی دکان پر نہیں آئے گا اور کسی دوسرے سے سودا خریدنا شروع کر دے گا۔ یہ خیال کہ صرف بے ایمانی سے روپیہ کمایا جا سکتا ہے اوّل درجہ کا احمقانہ خیال ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھ لو وہ ہر امر میں دیانت کو ملحوظ رکھتے تھے مگر اس زمانہ میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی وفات کے بعد اُن کا بچا کھچا روپیہ دو کروڑ نکلا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ دین کے لئے بہت قربانی کرنے والے تھے لیکن اس کے باوجود اُن کے پاس دو کروڑ روپیہ بچ گیا تھا جو آجکل کے دو ارب کے برابر ہے۔ اسی طرح تاریخوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص گھوڑے کو فروخت کرنے کے لئے بازار میں لایا اور اُس نے کہا کہ اس کی پانچ سو درہم قیمت ہے۔ ایک صحابی نے اُس گھوڑے کو دیکھا اور اُسے پسند کیا اور کہا کہ مَیں یہ گھوڑا لیتا ہوں مگر اِس کی قیمت پانچ سو درہم نہیں بلکہ دو ہزار درہم دوں گا کیونکہ یہ گھوڑا نہایت اعلیٰ قسم کا ہے اور اس کی قیمت اتنی تھوڑی نہیں جتنی تم بتاتے ہو۔ اِس پر گھوڑا بیچنے والا اصرار کرنے لگا کہ مَیں پانچ سو درہم لوں گا اور گھوڑا خریدنے والا اصرار کرنے لگا کہ مَیں دو ہزار درہم دوں گا۔ ایک کہتا کہ تجھے گھوڑے کی پہچان نہیں یہ گھوڑا زیادہ قیمت کا ہے اور دوسرا کہتا کہ مَیں صدقہ نہیں لینا چاہتا مَیں اپنے گھوڑے کو جانتا ہوں اس کی قیمت پانچ سو درہم ہی ہے۔ اِس واقعہ پر غور کرو اور دیکھو کہ اس سے کتنا اُلٹ نظارہ دنیا میں نظر آتا ہے۔ وہاں تو یہ تھا کہ چیز خریدنے والا قیمت بڑھاتا تھا اور چیز بیچنے والا قیمت گراتا تھا اور یہاں یہ حال ہے کہ دو دو آنے کی چیز بعض دفعہ دس دس روپے میں فروخت کی جاتی ہے۔ ضرورت اِس امر کی ہے کہ خریدار بھی دکانداروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں اور دکاندار بھی گاہکوں کو فریب سے گندی چیزیں نہ دیں اور نہ ماپ اور تول میں انہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کریں۔"

(تفسیر کبیر جلد پنجم صفحہ ۴۳۹)

ذکرِ الٰہی اور اُس کے اقسام

(مکرم جناب مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ سرگودھا)

ذیل کا قیمتی مضمون مکرم جناب مرزا عبد الحق صاحب نے مورخہ ۲۹ را کتوبر ۱۹۶۱ء کو انصار اللہ کے ساتویں سالانہ اجتماع میں پڑھا تھا

(ادارہ)

ذکرِ الٰہی کے فضائل بیان کرنے سے قبل ذکرِ الٰہی کا مفہوم اور اس کے اقسام بیان کرنا ضروری ہے تاکہ مختلف قسم کے ذکرِ الٰہی کی فضیلت ذہن میں آسکے۔ ذکرِ الٰہی کے لفظی معنے ہیں یادِ الٰہی۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اس کی صفات کے ساتھ ہوتی ہے یعنی اس کی صفات کو سامنے رکھنا، اُن کو زبان سے دُہرانا اور اُن کا دل سے اقرار کرنا اور اُن پر غور کرکے اِس حقیقت کو سمجھنا کہ کس طرح وہ عاجز انسانوں کے لئے کام کر رہی ہیں۔ ذکرِ الٰہی کا مفہوم واضح کرنے کے بعد اب میں اس کے مختلف اقسام بیان کرتا ہوں۔

ذکرِ الٰہی کے اقسام:-

(۱) نماز۔ یہ ذکرِ الٰہی کی سب سے بڑی قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرماتا ہے:-

اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ آیت ۱۵)

میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس تو میری عبادت کر اور میرے ذکر کے لئے نماز قائم کر۔

اس آیت میں نماز کو ذکر قرار دیا ہے۔ اِسی طرح ایک جگہ فرماتا ہے:-

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی وَ ذَکَرَ اسْمَ رَبِّہٖ فَصَلّٰی (سورۃ الاعلیٰ: ۱۵:۱۶)

کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنا تزکیہ کیا اور اپنے رب کا نام لیا پس (اس کا نام لینے کے لئے) نماز پڑھی۔

اس آیت میں بھی بتایا کہ ذکرِ الٰہی کا ذریعہ نماز ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جو نماز سکھائی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہی ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات اس میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ اللہ ہے، وہ سب سے بڑا ہے، وہ پاک ہے، وہ اپنے اندر سب خوبیاں رکھتا

ہے، اس کا نام برکت والا ہے، اس کی شان بہت بلند ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اسی کی مدد سے انسان شیطان سے محفوظ ہو سکتا ہے۔ ہر کام میں بہتری کے لئے اسی کی مدد کی ضرورت ہے۔ ہر قسم کی تعریف کا حق اُسے ہی ہے۔ وہ تمام جہانوں کو پیدا کرنے والا، اُن کی پرورش کرنے والا اور ان کو اعلیٰ سے اعلیٰ ترقیات دینے والا ہے۔ وہ بغیر محنت اور مانگنے کے اپنے عاجز بندوں کی خبر گیری کرنے والا ہے۔ محنت کرنے پر وہ بہت بڑا اجر دینے والا ہے۔ وہ حساب کتاب کے دن کا مالک ہے۔ وہی انسان کی عبودیت کے لائق ہے اور اس لائق کہ اس سے سیدھے راستے کی ہدایت طلب کی جائے جس پر چل کر انسان انبیاء کا وارث بنتا ہے اور مغضوب علیہ ہونے سے بچتا ہے۔ وہ سب عظمتوں کا مالک ہے۔ وہ سچے دل سے تعریف کرنے والے کی دُعا کو سُنتا ہے۔ وہ سب سے اعلیٰ ہے۔ تمام کلمات جو تعظیم کے لئے زبان سے نکلتے ہیں اور تمام بدنی عبادات اور تمام پاکیزہ مالی قربانیوں کا وہی حقدار ہے۔ اور سلامتی اور رحمتیں اور برکتیں اُسی کی طرف سے مل سکتی ہیں۔ رسولوں کو ہماری ہدایت کے لیے وہی بھیجتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے پاک انسان کو بھی اُسی نے بھیجا اور اس کے ذریعہ سے خود ظاہر ہوا۔ وہ حمید ہے وہ مجید یعنی بزرگی والا ہے۔ الغرض اللہ تعالیٰ کی بہت سی صفات کا نماز میں ذکر ہے اور بعض صفات کو بار بار دُہرایا گیا ہے اور ان صفات کو سامنے رکھ کر نماز میں دُعا کی زبردست تحریک کی ہے اور جسم کی حرکات اور دل کی گرمی کے ساتھ خدا کے حضور عجز و نیاز کا اظہار ہے۔

علاوہ ازیں قرآن کریم کے مختلف حصے بھی نماز میں پڑھے جاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور اُن کے ظہور کا ذکر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا بہترین ذکر ہونے کی وجہ سے تمام ایمان والوں پر نماز فرض کی گئی ہے :-

اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ (نساء : ۱۰۴)

یعنی یقیناً نماز مومنوں پر فرض ہے جسے تمام شرائط اور وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا ضروری ہے۔ قرآن کریم میں کم و بیش پچاس مقامات پر نماز کے ادا کرنے کا حکم آتا ہے۔ کہیں اسے بطور حکم بیان کیا گیا ہے اور کہیں مومنوں کی علامت کے طور پر اس کا ذکر آتا ہے۔

(۲) دوسرا ذکر قرآن کریم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ؕ (الحجر : ۷) اور انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پر یہ ذکر یعنی قرآن اُتارا گیا ہے تو یقیناً دیوانہ ہے۔ اس سے ذرا آگے فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر : ۱۰) اس ذکر یعنی قرآن کریم کو ہم نے ہی اُتارا ہے اور ہم ہی یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔ ایک اور جگہ فرماتا ہے اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ (یٰسین : ۷۰) یعنی یہ قرآن تو ذکر ہے اور بار بار پڑھنے والی کتاب ہے

جو دلائل دے دے کر باتوں کو بیان کرتی ہے۔ پھر فرماتا ہے وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ وَلَعَلَّھُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ۝ (النحل: ۴۵) اور ہم نے تیری طرف یہ کامل ذکر اتارا تاکہ تو سب لوگوں کو وہ (فرمانِ الٰہی۔ جو تیرے ذریعہ سے) ان کی طرف نازل کیا گیا ہے کھول کر بتائے اور تاکہ وہ اس پر تدبر کریں۔ پھر فرماتا ہے وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ۝ (القمر: ۱۸) ہم نے اس قرآن کو ذکر کے لئے آسان کر دیا ہے۔ پس کیا کوئی ہے جو اس سے فائدہ اٹھائے۔ ان تمام آیات میں اور بہت سی اور آیات میں قرآن کریم کو ذکر قرار دیا گیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی تفصیل ہے اور مثالیں دے دے کر بیان کیا گیا ہے کہ کس طرح ان صفات کا ظہور مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء کے وقتوں میں ہوا اور ان صفاتِ الٰہی سے استفادہ کا کیا طریق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے پڑھنے کا مختلف جگہوں پر حکم فرمایا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ؕ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ۝ (العنکبوت: ۴۶)

ترجمہ :- اس کتاب (یعنی قرآن) میں سے جو کچھ تیری طرف وحی کیا جاتا ہے اسے پڑھ (اور لوگوں کو پڑھ کر سنا) اور نماز کو اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کر یقیناً نماز سب بُری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد یقیناً اور سب کاموں سے بڑی ہے اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تلاوتِ قرآن اور نماز کا اکٹھا ذکر فرمایا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر ہر ماہ میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کرتے تھے اور رمضان شریف میں کم از کم دو مرتبہ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تلاوتِ قرآن کثرت سے کرتے تھے۔ بعض تو تین دن میں ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کرتے تھے۔ اس سے زیادہ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی تاکہ انسان کے لئے ناقابل برداشت نہ ہو جائے۔ اسی سورۃ یعنی سورۃ العنکبوت کی آیت ۵۲ میں فرماتا ہے اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَۃً وَّ ذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ یعنی کیا ان کے لئے یہ نشان کافی نہ تھا کہ ہم نے تجھ پر ایک مکمل کتاب یعنی قرآن کو نازل کیا جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔ اس میں تو مومنوں کے لئے بڑی رحمت اور نصیحت کے سامان ہیں۔ پھر ایک اور جگہ فرماتا ہے :-

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ ھٰذِہِ الْبَلْدَۃِ الَّذِیْ حَرَّمَھَا وَلَہٗ کُلُّ شَیْءٍ

وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ○ (النمل: ۹۲-۹۳)

ترجمہ:۔ مجھے تو صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اِس شہر (مکّہ) کے رب کی جس نے اِس مکہ کو معزز بنایا ہے عبادت کروں اور ہر چیز اس کے قبضہ میں ہے اور مجھے مسلم ہونے کا یعنی کامل فرمانبردار ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ کہ میں قرآن پڑھوں اور دوسروں کو پڑھ کر سناؤں پس جو ہدایت اختیار کرتا ہے وہ اپنے نفس کے لئے اختیار کرتا ہے اور جو اسے سن کر گمراہ ہو جاتا ہے تو تُو اُسے کہہ دے کہ میں تو صرف آگاہ کرنے والا ہوں۔

پھر فرماتا ہے:۔

وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ○ (کہف آیت ۲۸)

اور تیرے رب کی کتاب میں سے جو حصہ تیری طرف وحی کیا گیا ہے اُسے پڑھ۔ اُس کی باتوں کو کوئی تبدیل کرنے والا نہیں اور اسے چھوڑ کر تُو کوئی جائے پناہ نہیں پائے گا۔

اِن آیات میں اور دیگر اور بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ذکر اللہ قرار دیا ہے اور اس کو پڑھنے اور دوسروں کو پڑھ کر سُنانے کی تاکید فرمائی ہے۔

(۳) تیسری قسم ذکر الٰہی کی وہ ہے جو نمازوں اور تلاوتِ قرآن کے علاوہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرماتا ہے فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ (النساء: ۱۰۴) اور جب تم نماز ادا کر چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے ہوئے بھی اور بیٹھے ہوئے بھی اور اپنے پہلوؤں کے بل بھی (یعنی لیٹے ہوئے بھی) اور جب تم اطمینان کی حالت میں آجاؤ تو نماز کو ادا کرو۔ اس میں اس ذکر کا حکم دیا گیا ہے جو نماز کے علاوہ ہر حالت میں کیا جانا چاہیئے۔ پھر فرماتا ہے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ○ (اعراف: ۲۰۶) اور تو یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں عجز اور خوف کے ساتھ اور دھیمی آواز سے صبح بھی اور شام بھی۔ اور کبھی بھی اس سے غفلت کرنے والوں میں نہ ہو۔ ایک اَور جگہ فرماتا ہے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ○ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○ (مزمّل: ۹-۱۰) یعنی تُو اپنے رب کی صفات کو یاد کیا کر اور اسی سے دل لگایا کر۔ وہ مشرق کا بھی رب ہے اور مغرب کا بھی رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس اسی کو اپنا کارساز بنا۔ ایک اَور جگہ خالص عقل والے انسانوں کے متعلق فرماتا ہے يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ

قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آل عمران: ۱۹۲)
وہ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی۔ اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش پر غور کرتے رہتے ہیں۔ پھر مومنوں کو فرماتا ہے۔ اے مومنو! اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کیا کرو اور اس کی تسبیح کرو صبح اور شام یعنی ہر وقت۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کان رسول اللہ یذکر اللہ فی کل حین۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ہی خدا تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق بھی یہی بات آتی ہے کہ آپ ہر وقت تسبیح و تحمید میں مصروف رہتے تھے۔ آپ اس کا ذکر اپنے بعض اشعار میں بھی فرماتے ہیں۔ بطور نمونہ تین شعر یہ ہیں جو مختلف جگہوں سے ہیں:۔

ہردم از دل و جان وصف یارِ خود بکنم　　؎　　من آں نیم کہ تغافل ز کارِ خود بکنم
میں ہر وقت دل و جان سے اپنے یار کی خوبیاں بیان کرتا ہوں۔ میں وہ نہیں جو اپنے کام میں غفلت کروں یعنی ذکر الٰہی میں۔

مرا بعشق او وقتے است معمور　　؎　　چہ خوش وقتے چہ خورم روزگارے
میرا وقت اس کے عشق کے ساتھ بھرا رہتا ہے۔ کیسا عمدہ وقت ہے اور کیسا ہی اچھا یہ کام ہے۔

فصلِ بہار و موسمِ گل نایدم بکار　　؎　　کاندر خیال روئے تو ہردم بگلشنم
بہار اور پھولوں کے موسم سے مجھے کیا کام میں تیرے خیال میں ہر وقت گلشن میں ہوں۔

اس ذکر میں بہت سے کلمات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سکھائے گئے ہیں۔ مثلاً آپؐ فرماتے ہیں کلمتان خفیفتان علی اللسان، ثقیلتان فی المیزان، حبیبتان عند الرحمٰن۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ یعنی دو کلمے ایسے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں لیکن میزان میں بھاری ہیں اور خدا تعالیٰ کو محبوب ہیں۔ وہ ہیں سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ یعنی پاک ہے اللہ اپنی تعریف کے ساتھ اور پاک ہے اللہ عظمت والا۔

نماز کے بعد آپؐ نے تینتیس ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ تینتیس ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنا بہت بڑے ثواب کا حامل بتایا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ کہ سب سے بہتر ذکر لا الٰہ الا اللہ کہنا اور دل سے اس کا اقرار کرنا ہے۔ اس کے معنے ہیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں صوفیاء نے اس میں تین چیزیں خاص طور پر بیان کی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ خدا کے سوا کسی کا خوف نہ ہو، خدا کے سوا کسی سے امید نہ ہو اور خدا کے سوا کسی سے محبت نہ ہو۔ اگر یہ تین چیزیں پیدا ہو جائیں تو لا الٰہ الا اللہ کا مفہوم پورا ہوتا ہے۔

اِن کے علاوہ اور اذکار بھی ہیں مثلاً یا حیّ یا قیّوم برحمتک استغیث کا پڑھنا یعنی اے زندہ اور زندگی بخشنے والے، اے قائم اور قائم رکھنے والے ہم تیری رحمت کے طالب ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر موقع کے لئے خدا کا نام لینا اور دُعا کرنا سکھایا ہے۔ ہر کام سے پہلے بسم اللہ پڑھنا، کھانے سے پہلے بھی بسم اللہ پڑھنا، پھر کھانے کے بعد کی دُعا۔ وضو کرنے سے پہلے اور وضو کے بعد کی، مسجد میں جانے اور مسجد سے نکلنے کی دعا۔ نیا کپڑا پہننے کی دعا۔ سوتے وقت کی دعا۔ جاگنے پر دعا۔ بیوی کے پاس جانے کی دعا۔ کسی شہر میں داخل ہونے کی دعا۔ رنج کے موقع پر دعا۔ خوشی کے موقع پر دعا۔ غرضیکہ ہر موقع پر خدا تعالےٰ کا نام لینا اور اس کے حضور دعا کرنا سکھایا ہے۔ (باقی)

ذاتِ باری کی شناخت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دلوں میں خدا تعالیٰ نے اپنی ذات کی شناخت کی ایک آگ رکھی ہے جب کبھی بے انتہا دردمندی کے چقماق سے وہ آگ بھڑک اُٹھتی ہے تو دل کی آنکھوں سے وہ غیر مرئی ذات نظر آجاتی ہے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ جو لوگ اُس کو سچے دل سے ڈھونڈتے ہیں اور جو روحیں ایک نہایت درجہ کی پیاس کے ساتھ اُس کے آستانہ کی طرف دَوڑتی ہیں اُن کو وہ پانی بقدرِ طلب ضرور پلایا جاتا ہے۔ جس نے اپنے قیاسی اٹکلوں سے خدا تعالےٰ کو پہچانا اُس نے کیا پہچانا؟ درحقیقت پہچاننے والے وہی ہیں جن پر خدا تعالےٰ نے آپ ارادہ کر کے اپنا چہرہ ظاہر کر دیا ہے۔"

(ست بچن)

ماہنامہ "انصار اللہ" دوسرے سال میں

احباب خریداری بڑھانے کی ہر ممکن کوشش فرمائیں

ماہنامہ انصار اللہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی عمر کا ایک سال کامیابی کے ساتھ پورا کر چکا ہے چنانچہ نومبر ۱۹۶۱ء میں دوسرے سال کا پہلا شمارہ شائع ہوا جو احباب کے پاس پہنچ چکا ہے۔

انصار اللہ کے گزشتہ سالانہ اجتماع میں شامل ہونے والے نمائندگانِ مجالس نے ایک قرارداد میں اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ وہ انشاء اللہ جلد ہی ماہنامہ "انصار اللہ" کی اشاعت دو ہزار تک پہنچا دیں گے۔ امید ہے احباب اسوقت حسبِ وعدہ ماہنامہ کی اشاعت بڑھانے اور نئے خریدار پیدا کرنے کیلئے جدوجہد میں مصروف ہونگے اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں میں برکت دے اور اِس نیک کام میں ہمارے ساتھ تعاون کے لئے انہیں اپنے پاس سے اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین

جن خریدار اصحاب کا چندہ ماہنامہ "انصار اللہ" اکتوبر، نومبر میں ختم ہو چکا ہے یا دسمبر میں ختم ہو رہا ہے اُن کی اطلاع کیلئے فرداً فرداً ان کی خدمت میں خطوط روانہ کر دیئے گئے ہیں۔ ان اصحاب سے توقع ہے کہ وہ نئے سال کیلئے ماہنامہ کا چندہ ہمیں انشاء اللہ بہت جلد بھجوا دینگے تا نئے سال کے آغاز میں ماہنامہ کو مالی دشواریوں کا سامنا نہ ہو۔

ماہنامہ "انصار اللہ" ایک بلند پایہ تربیتی رسالہ ہے جسے ہر احمدی گھرانے میں موجود ہونا چاہیئے۔ یہ رسالہ اصل لاگت سے کم قیمت پر دیا جا رہا ہے تا ہر ایک دوست اِسے آسانی کے ساتھ خرید سکے۔ اِس اعلان کے ذریعہ میں احباب جماعت میں پُر زور تحریک کرتا ہوں کہ وہ ازراہِ کرم ماہنامہ "انصار اللہ" کی خریداری بڑھانے کی ہر ممکن کوشش فرمائیں اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو۔ آمین۔

امراءِ جماعت و پریذیڈنٹ اصحاب نیز عہدیدارانِ مجالس اِس امر کی طرف ازراہِ کرم خصوصی توجہ فرمائیں۔

صدر مجلس انصار اللہ مرکزیہ

مسیح پاک کے تین جلیل القدر صحابہؓ اور اُن کا جذبۂ عشق

(مکرم مولوی غلام احمد صاحب فرخ مربی سلسلہ مقیم کراچی)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلیل القدر صحابہ نے حضورؑ ہی کے فیضِ صحبت اور حضورؑ ہی کی قوتِ قدسی کے زیرِ اثر محبت و اخلاص، عشق و وفا اور قربانی و ایثار کا ایسا شاندار مظاہرہ کیا کہ جو آئندہ آنے والوں کے لئے دائمی طور پر مشعلِ راہ اور شمعِ ہدایت کا کام دے گا اور آنے والی نسلوں کو اس امر پر اُبھارتا رہے گا کہ وہ بھی اپنے اندر محبت و اخلاص، عشق و وفا اور قربانی و ایثار کا وہی جذبہ پیدا کریں اور صحابہ کے نقشِ قدم پر چل کر انہی کی طرح پورے انشراح و بشاشت اور جذبہ و جوش کے ساتھ خدمتِ اسلام کا فریضہ ادا کریں اور اس طرح خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ٹھہریں۔ حضورؑ کے صحابہ کے جذبۂ عشق و وفا کا یہ عالم تھا کہ وہ دین کے خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے ہر دم اور ہر آن تیار رہتے تھے اور ہمیشہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ وہ محبت و اخلاص، عشق و وفا اور قربانی و ایثار میں ایک دوسرے پر سبقت لے جائیں۔ چنانچہ حضور علیہ السلام اُن کے اس نمونے پر خوشنودی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے شکر کے طور پر فرماتے ہیں:-

"اس جگہ میں اس بات کے اظہار اور اس کے شکر کے ادا کرنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا۔ میرے ساتھ تعلقِ اخوت پکڑنے والے اور اس سلسلہ میں داخل ہونے والے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے محبت اور اخلاص کے رنگ سے ایک عجیب طرز پر رنگین ہیں۔ نہ میں نے اپنی محنت سے بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔"

سرِدست میں اس پاک گروہ میں سے جو حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے گرد اس طرح جمع ہوا جس طرح شمع کے گرد پروانے جمع ہوتے ہیں تین جلیل القدر اصحاب کے جذبۂ عشق کی ایک جھلک دکھانے کی غرض سے حضرت

مسیح موعود علیہ السلام کی عطا فرمودہ اُن اسناد کے بعض اقتباسات پیش کرتا ہوں جو حضور نے اظہارِ خوشنودی کے طور پر ازراہِ شفقت اپنی کتب میں تحریر فرمائیں۔ اِس میں کیا شک ہے کہ حضور علیہ السلام کی اِن اسنادِ خوشنودی کی بدولت اُن کے جذبۂ عشق کا تذکرہ محبت اور احترام کے ساتھ قیامت تک ہوتا چلا جائے گا اور قیامت تک لوگ اُن کی مقدس یاد پر محبت و عقیدت کے پھول نچھاور کرتے چلے جائیں گے۔

حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح اوّل رض

اِس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے متعلق فرماتے ہیں:-

"سب سے پہلے مَیں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نور دین ہے۔ مَیں اُن کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مالِ حلال کے خرچ سے اعلاءِ کلمۂ اسلام کے لئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ ان کے دل میں جو تائیدِ دین کے لئے جوش بھرا ہے اُسکے تصور سے قدرتِ الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو اُن کو میسر ہیں ہر وقت اللہ رسول کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں۔ اور مَیں تجربہ سے نہ صرف حسنِ ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک سے دریغ نہیں۔ ۔ ۔ ۔ ان کی روح محبت کے جوش اور مستی سے ان کی طاقت سے زیادہ قدم بڑھانے کی تعلیم دے رہی ہے اور ہر دم اور ہر آن خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔"

آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ سے اخلاص، محبت اور ایثار و فدائیت کے اُسی عالی مقام پر فائز فرمایا جو حضرت ابوبکر صدیق رض کو عطا فرمایا تھا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت میں اِس درجہ محو تھے کہ جس طرح نبض دل کی حرکت کے تابع ہے۔ میں اِس وقت صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں جو آپ نے خود بیان فرمائی ہے۔ جب کشمیر سے فارغ ہو کر آپ بھیرہ پہنچے تو آپ فرماتے ہیں:-

"بھیرہ میں پہنچ کر میرا ارادہ ہوا کہ مَیں ایک بہت بڑے پیمانہ پر شفاخانہ کھولوں اور ایک عالیشان مکان بنا لوں۔ وہاں مَیں نے ایک مکان بنایا۔ ابھی وہ ناتمام ہی تھا اور غالباً سات ہزار روپیہ اس پر خرچ ہونے پایا تھا کہ مَیں کسی ضرورت کے سبب لاہور آیا اور میرا جی چاہا کہ حضرت صاحب

کو بھی دیکھوں اس واسطے میں قادیان آیا۔ چونکہ بھیرہ میں بڑے پیمانہ پر مکان کا کام شروع تھا اسلئے میں نے واپسی کا یکہ کرایہ کیا تھا۔ یہاں آ کر حضرت صاحب سے ملا اور ارادہ کیا کہ آپ سے ابھی اجازت لے کر رخصت ہوں۔ آپ نے اثنائے گفتگو مجھ سے فرمایا کہ اب تو آپ فارغ ہو گئے۔ میں نے کہا ہاں اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ یکہ والے سے میں نے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے کل پرسوں اجازت لیں گے۔ اگلے روز آپ نے فرمایا کہ آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہو گی آپ اپنی ایک بیوی کو بلوا لیں۔ میں نے حسب الارشاد بیوی کے بلانے کے لئے خط لکھ دیا اور یہ بھی لکھ دیا کہ ابھی میں شاید جلد نہ آسکوں اسلئے عمارت کا کام بند کر دیں۔ جب میری بیوی آگئی تو آپ نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے لہذا میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ اپنا کتب خانہ منگوا لیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے آپ اس کو ضرور بلا لیں لیکن مولوی عبدالکریم صاحب سے فرمایا کہ مجھ کو نورالدین کے متعلق الہام ہوا ہے

لا تصبون الی الوطن۔ فیہ تھان و تمتحن۔

خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں میرے واہمہ اور خواب میں بھی پھر مجھے وطن کا خیال نہ آیا۔ پھر تو ہم قادیان کے ہو گئے۔" (مرقات الیقین صہ ۱۶۶)

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید رضؓ

آپ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"جب وہ قادیان پہنچے اور مجھ سے ان کی ملاقات ہوئی تو قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے ان کو اپنی پیروی اور اپنے دعویٰ کی تصدیق میں ایسا فنا شدہ پایا کہ جس سے بڑھ کر انسان کے لئے ممکن نہیں۔ اور جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایسا ہی میں نے ان کو اپنی محبت سے بھرا ہوا پایا۔ اور جیسا کہ ان کا چہرہ نورانی تھا، ایسا ہی ان کا دل مجھے نورانی معلوم ہوتا تھا۔ اس بزرگ مرحوم میں نہایت قابل رشک یہ صفت تھی کہ در حقیقت وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتا تھا اور در حقیقت ان راستبازوں میں سے تھا جو خدا سے ڈر کر اپنے تقویٰ اور اطاعت الٰہی کو انتہا تک پہنچاتے ہیں اور خدا کے خوش کرنے کیلئے اور اس کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان، عزت اور مال کو ایک ناکارہ خس و خاشاک

کی طرح اپنے ہاتھ سے چھوڑ دینے کو تیار ہوتے ہیں۔ اُن کی ایمانی قوت اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اگر میں اس کو ایک بڑے سے بڑے پہاڑ سے تشبیہہ دوں تو میں ڈرتا ہوں کہ میری تشبیہہ ناقص نہ ہو۔ ..... میں کن الفاظ سے اس بزرگ مرحوم کی تعریف کروں جس نے اپنے مال اور آبرو اور جان کو میری پیروی میں یوں پھینک دیا کہ جس طرح کوئی ردّی چیز پھینک دی جاتی ہے ..... یقیناً یاد رکھو کہ جس طرز سے انہوں نے میری تصدیق کی راہ میں مرنا قبول کیا اس قسم کی موت اسلام کے تیرہ سو برس کے سلسلہ میں بجز صحابہ رضی اللہ عنہم کے کسی جگہ نہیں پاؤ گے۔ پس اس طرح اُن کا مرنا اور میری تصدیق میں نقدِ جان خدا تعالیٰ کے حوالہ کرنا یہ میری سچائی پر ایک عظیم الشان نشان ہے ...

یہ شخص ایسا بے نفس تھا کہ باوجودیکہ ایک مجموعہ فضائل کا جامع تھا مگر تب بھی کسی حقیقتِ حقہ کے قبول کرنے سے اس کو اپنی علمی اور عملی اور خاندانی وجاہت مانع نہیں ہو سکتی تھی۔ اور آخر سچائی پر اپنی جان قربان کی اور ہماری جماعت کے لئے ایک ایسا نمونہ چھوڑ گیا جس کی پابندی اصل منشاء خدا کا ہے۔

آں جواں مرد و حبیبِ کردگار ۔۔۔ جوہرِ خود کرد آخر آشکار
نقدِ جاں از بہرِ جاناں باختہ ۔۔۔ دل ازیں فانی سرا پرداختہ
بنگر ایں شوخی ازاں شیخِ عجم ۔۔۔ ایں بیاباں کرد طے از یک قدم
ایں چنیں باید خدا را بندۂ ۔۔۔ سر پئے دلدارِ خود افگندۂ
بیں کہ ایں عبد اللطیف پاک مرد ۔۔۔ چوں پئے حق خویشتن برباد کرد
جاں بصدق آں دلستاں را دادہ است ۔۔۔ تاکنوں در سنگہا افتادہ است
ایں بود رسم و رہِ صدق و وفا ۔۔۔ ایں بود مردانِ حق را انتہا

افسوس امیر زیر آیت من یقتل مؤمنًا متعمّدًا داخل ہو گیا اور ایک ذرہ خدا تعالیٰ کا خوف نہ کیا اور مومن بھی ایسا مومن کہ اگر کابل کی تمام سرزمین میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو تلاش کرنا لاحاصل ہے۔ ایسے لوگ اکسیر احمر کے حکم میں ہیں جو صدق دل سے ایمان اور حق کیلئے جان فدا کرتے ہیں اور زن و فرزند کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ اے عبد اللطیف تیرے پر ہزاروں رحمتیں کہ تو نے میری زندگی میں ہی اپنے صدق کا نمونہ دکھایا۔"

(تذکرۃ الشہادتین)

حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ جب لاہور میں ملازم تھے اُس زمانہ کے اُن کے حالات حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے تحریر فرمائے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"ایک مفتی محمد صادق صاحب کو دیکھتا ہوں۔ کوئی چھٹی مل جائے یہاں موجود۔ مفتی صاحب تو عقاب کی طرح اسی تاک میں رہتے ہیں کہ کب زمانہ کے زور آور ہاتھوں سے کوئی فرصت غصب کریں اور محبوب و مولا کی زیارت کا شرف حاصل کریں۔ اے عزیز برادر خدا تیری ہمت میں، استقامت میں اور تیری کوششوں میں برکت ڈالے اور تجھے ہماری جماعت میں قابلِ اقتدا اور قابلِ فخر کارنامہ بناسکے۔ حضرت نے بھی فرمایا۔ لاہور سے ہمارے حصہ میں تو مفتی محمد صادق صاحب ہی آئے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ کیا مفتی صاحب کی کوئی بڑی آمدنی ہے اور کیا مفتی صاحب کی جیب میں کسی متعلق کی درخواست کا ہاتھ نہیں پڑتا۔ اور مفتی صاحب تو ابھی نوعمر ہیں اور اس عمر میں کیا کیا امنگیں نہیں ہوا کرتیں۔ پھر مفتی صاحب کی یہ سیرت اگر عشقِ کامل کی دلیل نہیں تو اور کیا وجہ ہے کہ وہ ساری زنجیروں کو توڑ تاڑ کر دیوانہ وار بٹالہ میں اُتر کر نہ رات دیکھتے ہیں نہ دن، نہ سردی نہ گرمی، نہ بارش نہ اندھیری، نہ آندھی۔ آدھی آدھی رات کو پیادہ پا پہنچتے ہیں۔ جماعت کو اِس نوجوان عاشق کی سیرت سے سبق لینا چاہیئے۔" (سیرت مسیح موعودؑ مصنفہ مولوی عبدالکریم صاحبؓ صفحہ ۵۱)

وقت کی قلّت کے پیشِ نظر میں نے یہ چند مثالیں بیان کی ہیں درحقیقت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ کی زندگیاں عشق و وفا اور صدق و صفا اور ایثار و قربانی کا ایک عدیم المثال نمونہ تھیں۔ اوقات انہوں نے خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیئے، وطن قربان کر دیئے، اموال اعلاءِ کلمۂ اسلام کے لئے پانی کی طرح بہا دیئے اور جانیں بھی اس یارِ عزیز کے لئے قربان کر دیں۔ کوئی بدلہ طلب نہیں کیا، کوئی معاوضہ نہیں مانگا اور خوشی اور رضا و رغبت سے ہر چیز خدا کی راہ میں قربان کر کے ہمارے لئے نمونہ قائم کیا۔

اَے اللہ! ہمیں اِن کے پاک نمونہ پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ؎

انسانی کردار کو جانچنے کا ایک معیار

اپنے اہل کیساتھ حسن سلوک اور اُس کی اہمیت

(مکرم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔ اے)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی۔ (ترمذی)

تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کرنے میں بہتر ہے اور مَیں اپنے اہل کیساتھ سلوک کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں۔

اِس حدیث میں ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی کیریکٹر کو جانچنے اور اس کی پڑتال کرنے کا ایک سنہری اصول بیان فرمایا ہے اور وہ اصول یا معیار یہ ہے کہ انسان کا اپنی بیوی کے ساتھ سلوک کیسا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بیوی سے انسان کی کوئی حالت مخفی اور پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ حلم یا غصہ، زہد و قناعت یا لالچ و حرص، حسن سلوک یا بدسلوکی۔ الغرض وہ اپنے خاوند کے تمام حالات کی عینی شاہد ہوتی ہے۔ پس جو شخص اپنے اہل کی نگاہ میں بہترین ہے وہ واقعی بہترین انسان ہے کیونکہ اس امر کے ثبوت میں اس کے پاس ایک نہایت ہی معتبر گواہی موجود ہے۔

پھر یہ امر بھی ظاہر ہے کہ عورت ایک کمزور جنس ہے۔ طاقتور کے سامنے تو بعض دفعہ بڑے سے بڑے جابر انسان بھی خوش خلقی کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن حقیقت میں با اخلاق وہی ہے جو کمزور اور بیکس ہستی کے مقابل پر بھی نرمی اور اخلاق کا دامن نہ چھوڑے۔ اس لئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو اپنی بیوی کے لئے بہترین ہے وہی بہترین اوصاف کا مالک سمجھا جائے گا۔

کمزور ہستیوں کے سامنے اکڑنے والا یا اُن پر زیادتی و تعدّی کرنے والا شخص دراصل نفسیاتی طور پر احساسِ کمتری میں مبتلا ہوتا ہے۔ کمزور ہستی کے سامنے اکڑ کر یا اُس پر ظلم کر کے وہ خود اپنے آپ کو یہ یقین دلانا چاہتا ہے

کہ میں بڑا آدمی ہوں۔ دراصل اُس کے نفس کی اندرونی آواز اُسے یہ بتا رہی ہوتی ہے کہ تُو ادنیٰ درجے کا اور ذلیل انسان ہے۔ اس احساس سے اُس کے لاشعور میں ایک تکلیف دہ احساس پیدا ہوتا ہے تب وہ بے کس اور بے نوا ہستیوں پر دست درازی یا زبان درازی کر کے اپنے اس احساسِ کمتری کو مٹانا چاہتا ہے۔ لیکن جو شخص ایک بے کس اور کمزور ہستی کے سامنے بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرتا ہے وہ اس بات پر مہرِ تصدیق ثبت کر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے عالی حوصلہ اور عالی ظرف بنایا ہے

پھر کسی شخص کا کوئی بیان تبھی قابلِ قبول ہو سکتا ہے جبکہ وہ خود اُس پر عامل ہو۔ دنیا کے عقلمند اور فلاسفر اصول تو بڑے لمبے چوڑے بیان کرتے ہیں مگر اُن کی عملی زندگی اُن اصولوں کی تصدیق نہیں کرتی۔ پس اُن کا فلسفہ محض خشک فلسفہ ہوتا ہے جو قلوب پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے مذکورہ بالا حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک اصول ہی بیان نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی یہ دعویٰ بھی فرما دیا کہ میری عملی زندگی کا مشاہدہ کر لو سب سے بڑھ کر میری عملی زندگی اِس کی مصدّق ہے اور یہ محض خشک منطق نہیں ہے۔

اب اُن احادیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے اس بیان فرمودہ اصول پر پورا اُترنا ثابت ہوتا ہے لیکن اس سے پیشتر ایک روایت پیش کی جاتی ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور اُن سے حسنِ سلوک کے متعلق اپنی اُمّت کو نہایت قیمتی نصیحت فرمائی ہے:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ وَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا فَاِنَّهُنَّ خُلِقْنَ مِنْ ضِلَعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِیْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ یَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَیْرًا۔

(ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخری دن پر ایمان لاتا ہے اُسے چاہیے کہ اپنے ہمسائے کو ایذا نہ پہنچائے۔ اور اے مسلمانو! میں تمہیں بیویوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی نصیحت کرتا ہوں کیونکہ عورتیں ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوتی ہیں اور پسلی کا زیادہ ٹیڑھا حصہ ہی زیادہ اونچا ہوتا ہے۔ اگر تم پسلی کو بالکل سیدھا کرنا چاہو گے تو اسے توڑ کر رکھ دو گے اور اگر اسی حالت میں چھوڑ دو گے تو اس کی طبعی کجی قائم رہے گی پس میری نصیحت مانو اور عورتوں سے حسنِ سلوک کرو۔

تشریح:۔ اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ عورتوں کی فطرت میں تھوڑا سا ٹیڑھا پن ودیعت کیا گیا ہے۔ انہیں

جذبات و احساسات ایک مستقل رنگ رکھتے ہیں۔ اُن کی نسوانیت کا کمال ہی اُن کے اِس فطری ٹیڑھے پن میں ہے۔ اُن کی اِس فطرت کو بدلنے کی کوشش ناکام ثابت ہوگی۔ البتہ تم حسنِ سلوک اور محبت سے اِس فطری ٹیڑھے پن میں بھی دلربائی کی شان پیدا کر سکتے ہو۔

بعض مرد بیوی کو یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے کہ وہ انہیں مشورہ دے سکتی ہے۔ اگر کسی معاملہ میں وہ اختلاف رائے کا اظہار کردے تو وہ لوگ آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ گویا اُن کی بیوی انسان نہیں، جذبات و احساسات سے عاری ایک مشین ہے۔ یہ ایک ظاہر بات ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ناجائز تحکم سے پیش آئے گا تو وہ یقیناً اسکی انسانیت کو کچل کر رکھ دے گا اور وہ انسان ہونے کی بجائے بے جان مشین بن کر رہ جائے گی۔ احساسِ کمتری کا یہ احساس آگے اس کی اولاد پر اثر انداز ہو کر انہیں بھی کم ظرف اور پست حوصلہ بنا دے گا۔

حضرت عمرؓ دیکھتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کو مشورے بھی دیتی ہیں اور آپ سے بحث بھی کر لیتی ہیں۔ آپ کو یہ بات سخت ناپسند تھی اکثر اِس وجہ سے اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہؓ پر ناراضگی کا اظہار فرماتے اور کہتے کہ تم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کما حقہٗ ادب نہیں کرتیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سب کو طلاق نہ دیدیں۔ آخر ایک دن جب حضرت عمرؓ اپنی بیٹی کے گھر میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کر رہے تھے تو حضرت عائشہؓ سے نہ رہا گیا اور وہ بگڑ کر حضرت عمرؓ کو کہنے لگیں کہ آپ کا کیا حق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھریلو معاملات میں دخل دیں۔ اِس پر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔

اصل بات یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کی نسوانی فطرت کو جو طبعاً اپنے اندر ایک حد تک کجی کی حامل ہوتی ہے سیدھا کرنا نہ چاہتے تھے اور اِس امر کو ضروری خیال فرماتے تھے کہ اسے اسی طرح رہنے دیا جائے۔ لیکن حضرت عمرؓ کا یہ خیال تھا کہ اسے زور سے سیدھا کر دینا چاہیئے۔ پس چھوٹی چھوٹی باتوں میں جو مرد اپنی بیویوں پہ غیظ و غضب کا اظہار کرتے ہیں وہ فطرت کے اس باریک راز سے سراسر غافل ہیں جس کا ذکر اِس حدیث میں کیا گیا ہے

(۲) اِس کے بعد میں بعض دوسری روایات نقل کرتا ہوں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اِس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے کہ آپ اپنے اہل کے حق میں بہترین نمونہ پیش کرنے والے ہیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں نو ازواج مطہرات تھیں۔ تعدد ازدواج کی صورت میں اس بات کا بہت امکان ہوتا ہے کہ خاوند اپنی بیویوں میں سے جس کی طرف زیادہ مائل ہو اُس سے تو حسن سلوک کرے لیکن دوسری بیویوں سے حسن سلوک میں کمی کرے۔ ایسی صورت میں اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ اس کی بعض بیویاں اپنے خاوند سے سخت شاکی ہوتی ہیں اور اُس سے محبت نہیں کرتیں۔ لیکن ازواج مطہرات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ سلوک کا یہ عالم تھا کہ تمام کی تمام دل وجان سے آپ پہ فدا تھیں۔ نہ صرف دنیا میں آپ

کی رفاقت کی متمنی تھیں بلکہ ہر ایک اس بات کی خواہش رکھتی تھی کہ آپ کے بعد سب سے پہلے اگلی زندگی میں وہ آپ سے ملے۔ چنانچہ روایت ہے کہ:۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ بَعْضَ اَزْوَاجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُلْنَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّنَا اَسْرَعُ بِکَ لُحُوْقًا۔ قَالَ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا۔ فَاَخَذُوْا قَصَبَۃً یَذْرَعُوْنَھَا۔ فَکَانَتْ سَوْدَۃُ اَطْوَلُھُنَّ یَدًا...الخ

(بخاری باب وجوب الزکوٰۃ بحوالہ تجرید بخاری حصہ اول صفحہ ۲۳۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج مطہرات نے آپ سے عرض کیا کہ آپ کے بعد ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ کو ملے گی۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سے سب سے لمبے ہاتھوں والی۔ پس انہوں نے بانس کا ایک ٹکڑا لیا اور ناپنا شروع کیا تو دیکھا کہ ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ سب سے لمبے تھے۔

اس حدیث سے اُس والہانہ محبّت کا اندازہ ہو سکتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی ازواج مطہّرات کو تھی کہ آپ کے بعد جلد سے جلد اگلے جہان میں بھی آپ کی رفاقت حاصل کرنے کی تمنا کرتی ہیں۔

(۳) عَنْ اَنَسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اُتِیَ بِالشَّیْءِ یَقُوْلُ اِذْھَبُوْا بِہٖ اِلٰی فُلَانَۃَ فَاِنَّھَا کَانَتْ صَدِیْقَۃَ خَدِیْجَۃَ۔ اِذْھَبُوْا بِہٖ اِلٰی بَیْتِ فُلَانَۃَ فَاِنَّھَا کَانَتْ تُحِبُّ خَدِیْجَۃَ۔ (الادب المفرد)

حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی تحفہ آتا تو آپؐ فرماتے کہ یہ تحفہ فلاں خاتون کو پہنچا دو کیونکہ وہ میری مرحومہ بیوی خدیجہ رضؓ کی سہیلی تھی۔ یا یہ چیز فلاں عورت کے ہاں لے جاؤ کیونکہ وہ خدیجہ سے محبّت رکھتی تھی۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اپنی موجودہ بیویوں سے حسن سلوک کے ساتھ ساتھ آپؐ اپنی مرحومہ بیوی کے لئے بھی کیسی محبّت اور وفاداری کے جذبات رکھتے تھے۔

(۴) پھر یہ امر بھی ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی باطنی خوبیوں کے باعث اس قدر اُن سے محبّت رکھتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس محبّت پر رشک کرنے لگیں۔ عموماً انسان نئی بیوی کی وجہ سے مرحومہ بیوی کو بھول جاتا ہے لیکن آں حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی محبت و وفا میں ذرا بھی فرق نہ آنے دیا۔ اب اگر آپ حضرت خدیجہؓ کی وفات کی وجہ سے اُن سے حسنِ سلوک نہیں کر سکتے تھے تو اُن کی سہیلیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے :-

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلٰی اَحَدٍ مِنْ نِسَاءِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلٰی خَدِیْجَةَ وَمَا رَاَیْتُھَا وَلٰکِنْ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ ذِکْرَھَا وَرُبَّمَا ذَبَحَ الشَّاةَ ثُمَّ یُقَطِّعُھَا اَعْضَاءً ثُمَّ یَبْعَثُھَا فِی صَدَائِقِ خَدِیْجَةَ فَرُبَّمَا قُلْتُ لَہٗ کَاَنَّہٗ لَمْ یَکُنْ فِی الدُّنْیَا امْرَاَۃٌ اِلَّا خَدِیْجَةُ فَیَقُوْلُ اِنَّھَا کَانَتْ وَکَانَتْ وَکَانَ لِیْ مِنْھَا وَلَدٌ۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی اور بیوی پر کبھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا حضرت خدیجہؓ پر آتا تھا۔ حالانکہ میں نے اُن کو دیکھا نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اُن کا ذکر فرماتے تھے اور کئی مرتبہ جب کوئی بکری وغیرہ ذبح کرتے تو اس کے گوشت کے ٹکڑے حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کی طرف بھجواتے حتّٰی کہ بعض اوقات میں (بطور مذاق) آپ سے کہہ دیتی کہ یا رسول اللہ! شاید دنیا میں خدیجہؓ کے سوا اور کوئی عورت ہی نہیں اس پر حضورؐ فرماتے کہ دیکھو عائشہ! خدیجہؓ ایسی تھیں اور ایسی تھیں اور پھر خدا نے مجھے اُن سے اولاد بھی دی۔

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت حضرت خدیجہؓ سے اُن کی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے تھی اور آپ قدر شناسی اور وفاداری کے جذبات کا کسی نہ کسی رنگ میں اظہار کرتے رہتے تھے۔

اللہ اللہ! جس شخص کے حسنِ سلوک اور محبت و وفا کا اپنی بیوی کی وفات کے بعد یہ عالم ہے تو زندگی میں اُس کے حسنِ سلوک کی شان کیا ہوگی۔ دُنیا میں ہمیں اور کوئی دوسری مثال نظر نہیں آتی کہ کسی نے اپنی مرحومہ بیوی کی بعد میں بھی اس طرح قدر کی ہو اور اپنے حسن سلوک کو جاری دکھا ہو۔

(۵) جہاں تک ظاہر سلوک کا تعلق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں میں عدل کو قائم رکھتے سفر میں ساتھ لے جانے کے لئے قرعہ اندازی کرتے۔ چنانچہ روایت ہے کہ :-

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی

إِذَا أَرَادَ سَفَرًا أَقْرَعَ بَيْنَ
نِسَائِهِ فَأَيَّتُهُنَّ خَرَجَ سَهْمُهَا
خَرَجَ بِهَا مَعَهُ وَكَانَ يَقْسِمُ لِكُلِّ
امْرَأَةٍ مِنْهُنَّ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا
غَيْرَ أَنَّ سَوْدَةَ بِنْتَ زَمْعَةَ
وَهَبَتْ يَوْمَهَا وَلَيْلَتَهَا
لِعَائِشَةَ زَوْجِ رَسُولِ اللهِ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبْتَغِي
بِذَلِكَ رِضَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

(بخاری ۔ کتاب الھبۃ)

سفر کا ارادہ فرماتے تو اپنی عورتوں کے درمیان قرعہ اندازی کرتے ۔ جس کے نام قرعہ نکل آتا اُسی کو لے کر سفر کے لئے تشریف لے جاتے ۔ اور آپؐ نے ہر عورت کے واسطے **اس کا دن اور اس کی رات تقسیم کر دی تھی** سوائے حضرت سودہؓ بنت زمعہ کے کہ انہوں نے اپنا دن اور اپنی رات حضرت عائشہؓ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدی تھی ۔ اس سے ان کا مقصود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا حاصل کرنا تھا ۔

بیویوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدّت کا یہ عالم تھا کہ مرض الموت میں جب آپؐ پر سخت ضعف اور بیماری کا غلبہ ہو گیا تب بھی آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے اس بات کی اجازت طلب کی کہ بیماری کے ایام آپ حضرت عائشہؓ کے ہاں گزاریں ۔ چنانچہ روایت ہے :۔

(۶) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا
قَالَتْ لَمَّا ثَقُلَ النَّبِيُّ صَلَّى
اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاشْتَدَّ
وَجَعُهُ اسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ أَنْ
يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي فَأَذِنَّ لَهُ ۔

(بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری (یعنی مرض موت) شدت اختیار کر گئی اور آپؐ کے لئے چلنا پھرنا مشکل ہو گیا تو آپ نے اپنی ازواج سے اجازت چاہی کہ آئندہ میرے گھر میں آکر بیماری کے دن گزاریں تو سب بیویوں نے اجازت دیدی

ہمارے آقا کا عدل کیسا عظیم الشان ہے، مرض الموت تک آپؐ نے عدل کو قائم کیا اور جب نقل مکانی ممکن نہ رہی تب بھی اپنی بیویوں سے اجازت لی ۔ ایک سے زائد شادیاں کرنے والوں کے لئے کیسا عظیم الشان پاکیزہ نمونہ آپ نے قائم فرمایا ۔

(۷) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا
أَنَّهَا سُئِلَتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ اُن سے دریافت کیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاکَانَ یَصْنَعُ فِیْ بَیْتِہٖ قَالَتْ کَانَ یَکُوْنُ فِیْ مِھْنَۃِ اَھْلِہٖ تَعْنِیْ فِیْ خِدْمَۃِ اَھْلِہٖ فَاِذَا حَضَرَتِ الصَّلٰوۃُ خَرَجَ اِلَی الصَّلٰوۃِ۔

اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اپنے گھر والوں کے ساتھ کام کاج میں ہاتھ بٹاتے تھے۔ جب نماز کا وقت آتا تو نماز کو چلے جاتے تھے۔

گویا انسان کی اہلیہ اس کی نوکرانی نہیں ہوتی بلکہ برابر حقوق رکھنے والی ساتھی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ اُن کی دلجوئی اور امداد میں مصروف رہتے تھے۔

(۸) عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ کُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکَانَ لِیْ صَوَاحِبُ یَلْعَبْنَ مَعِیْ۔ فَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ یَتَقَمَّعْنَ مِنْہُ فَیُسَرِّبُھُنَّ اِلَیَّ فَیَلْعَبْنَ مَعِیْ۔
(الادب المفرد)

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی (اپنی خوردسالی کی وجہ سے) گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ اور میری کچھ سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلا کرتی تھیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندرونِ خانہ تشریف لاتے تو یہ لڑکیاں (آپؐ کے رعب سے) اِدھر اُدھر چھپ جاتیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری دلداری کی غرض سے انہیں میرے پاس بھجوا دیتے اور وہ میرے ساتھ پھر کھیلنا شروع کر دیتیں۔

اِس حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیویوں کے جذبات، رجحانات اور اُن کی عمر کے تقاضوں کا کس قدر خیال رکھتے تھے۔

(۹) پردے کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حد سے بڑھی ہوئی سختی کے بھی قائل نہ تھے۔ اپنے اہل کے لئے بر عایت پردہ جائز تفریح کے سامان بھی مہیا فرماتے۔ چنانچہ روایت ہے:۔

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا قَالَتْ لَقَدْ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا عَلٰی بَابِ حُجْرَتِیْ وَالْحَبَشَۃُ یَلْعَبُوْنَ فِی الْمَسْجِدِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضؓ بیان فرماتی ہیں کہ مجھے وہ نظارہ یاد ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حُجرے کے دروازے کے سامنے کھڑے تھے اور مسجد نبوی میں حبشی لوگ کرتب دکھا رہے تھے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے

يَسْتُرُنِيْ بِرِدَائِهٖ اَنْظُرُ اِلٰى لَعِبِهِمْ - (بخاری)

اپنی چادر سے پردہ کر رکھا تھا اور میں اس پردہ کی اوٹ میں اُن حبشیوں کے کرتب دیکھ رہی تھی۔

اگرچہ عورتوں کے لئے بھی اسلام میں نامحرم مَردوں کی طرف دیکھنا اُسی طرح سے منع ہے جس طرح مَردوں کے لئے نامحرم عورتوں کی طرف دیکھنا منع ہے۔ تاہم اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بعض احتیاطوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے کسی مفید مقصد کی خاطر عورتوں کے لئے اس قسم کے نظارے دیکھنے بالکل جائز ہیں۔ جو ان کی ذہنی، دینی اور علمی تربیت میں ممد ہوں۔

(۱۰) میاں بیوی میں بعض باتوں میں ایک دوسرے سے اختلاف بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات میں بھی بعض دنیوی معاملات میں ذہنی اختلاف پیدا ہوتا ہوگا خواہ اس کا اصل سبب ازواج مطہرات کی کم علمی ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی حالت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پاکیزہ نمونہ قائم فرمایا وہ اس روایت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے:۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنِّيْ لَاَعْلَمُ اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً وَاِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى. فَقَالَتْ فَقُلْتُ مِنْ اَيْنَ تَعْرِفُ ذٰلِكَ فَقَالَ اَمَّا اِذَا كُنْتِ عَنِّيْ رَاضِيَةً فَاِنَّكِ تَقُوْلِيْنَ لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ وَاِذَا كُنْتِ عَلَيَّ غَضْبٰى قُلْتِ لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِيْمَ قَالَتْ اَجَلْ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَهْجُرُ اِلَّا اسْمَكَ (بخاری)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ انہیں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ! میں پہچان لیتا ہوں کہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو اور جب مجھ پر ناراض ہوتی ہو میں نے عرض کیا کہ آپ کو اس کا کس طرح پتہ لگ جاتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے خوش ہوتی ہو تو تم (تاکید کے لئے) کہا کرتی ہو کہ محمدؐ کے خدا کی قسم ایسی بات نہیں۔ اور جب مجھ پر ناراض ہوئی ہوتی ہو تو تم "ابراہیم کے خدا کی قسم" کے الفاظ استعمال کرتی ہو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! یہ درست ہے لیکن بخدا میں صرف ظاہر میں آپ کے نام کو ترک کرتی ہوں (مگر دل میں آپ کی محبت اُسی طرح قائم رہتی ہے۔)

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے واضح ہے کہ انسان کے لئے اپنے اہل کے ساتھ حسن سلوک نہایت درجہ اہمیت کا حامل ہے۔ اوّل تو عام اخلاق کا تقاضہ یہی ہے کہ انسان اپنی بیوی کے ساتھ بھی حسن سلوک سے

پیش آئے، دوسرے بیوی کے ساتھ حُسنِ سلوک سے پیش آنا اس لئے بھی بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے کہ ہر انسان کی بیوی اس کے تمام حالات کی عینی شاہد ہوتی ہے اور اُس کے اخلاق و کردار کے متعلق اس کی گواہی بہت وزن رکھتی ہے۔ اگر انسان کا یہ پہلو کمزور ہو تو اُس کی باقی خوبیوں پہ پانی پھر جاتا ہے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس کا اپنی بیوی کے ساتھ سلوک بہتر ہے۔

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خُلقِ عظیم پر فائز اور صفاتِ الٰہیہ کے مظہرِ اتم تھے اس لئے آپؐ نے جہاں زندگی کے اور پہلوؤں کے لحاظ سے کامل نمونہ دنیا کے سامنے پیش فرمایا وہاں اپنے اہل کے ساتھ حُسنِ سلوک کی بھی بہترین مثال قائم کر دکھائی، اسی لئے فرمایا میں اپنے اہل کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں۔ چنانچہ اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا آپؐ کے دعویٰ کی سب سے پہلے تصدیق کرنا آپؐ کی صداقت کی وہ زبردست شہادت ہے کہ یورپ کے بڑے بڑے محققین بھی اس قابلِ صد احترام شہادت کے آگے سرِ تسلیم خم کئے بغیر نہیں رہتے۔ چنانچہ مشہور فرانسیسی مستشرق ارنسٹ ڈی۔ رینان لکھتا ہے:۔

"انبیاء کی تاریخ میں ایک لاثانی حقیقت کے طور پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں یہ شہادت بہت ہی قابلِ احترام ہے کہ آپ کے منصب اور مشن کو سب سے پہلے اس خاتون نے پہچانا جو آپ کی کمزوریوں کی سب سے زیادہ واقف ہو سکتی تھی۔"

اللّٰھمّ صلّ علیٰ سیّدنا و مولٰنا محمّدٍ و علیٰ آل سیّدنا و مولٰنا محمّدٍ و بارک و سلّم انّک حمیدٌ مجید ؏

گندہ اور ناپاک انسان!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جو شخص یہ کہتا ہے کہ ہمیشہ سے سب لوگ گندے ہی چلے آتے ہیں اور اس فطرت کے لوگ دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوتے کہ جو خدا تعالیٰ سے پاکی حاصل کریں وہ خود گندہ اور ناپاک ہے۔"

(ست بچن)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

بعض غیر مطبوعہ روایات

(مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور - ربوہ)

۱۹۳۳ء میں ضلع سرگودہا کا تبلیغی دورہ کرتے ہوئے جب میں چک نمبر ۹۹ شمالی میں پہنچا تو وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی محترم چوہدری مولا داد صاحب آف گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ سے ملاقات ہوئی۔ اُسوقت اُن کی عمر چالیس سال یا اس سے کچھ زیادہ تھی۔ میری درخواست پر انہوں نے مورخہ ۲۷ جولائی ۱۹۳۴ء کو اپنی بعض روایات قلمبند کرائیں ان میں سے بعض درج ذیل ہیں:۔

روایات محترم چوہدری مولا داد صاحب ساکن گھٹیالیاں ضلع سیالکوٹ

"میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت ۱۹۰۴ء میں کی لیکن پہلی مرتبہ قادیان جانے کا اتفاق ۱۹۰۷ء میں جلسہ سالانہ کے موقعہ پر ہوا اور پہلی بار اُس وقت ہی حضور علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔

میں حضورؑ کی زیارت کے شوق میں نماز ادا کرنے مسجد مبارک پہنچا۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ بیٹھ گیا اور حضورؑ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں مولوی محمد احسن صاحب امروہی آئے۔ اُنکے آنے پر بعض لوگ کھڑے ہو گئے۔ میں نے خیال کیا کہ یہی حضرت صاحب ہیں لیکن دل میں کہا ہو سکتا ہے یہی حضرت صاحب ہوں مگر دل نہیں مانتا جب وہ لوگوں میں بیٹھ گئے اور انتظار جاری رہا تو مجھے تسلّی ہوئی کہ یہ حضرت صاحب نہیں ہیں۔ اُن کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب آئے تو کچھ لوگ ان کی دفعہ بھی کھڑے ہو گئے۔ مجھے خیال گزرا کہ کہیں یہ حضرت صاحب نہ ہوں۔ اُن کا ڈیل ڈول دیکھ کر دل میں خیال آیا شکل تو اچھی ہے خواہ اندر کچھ ہو یا نہ ہو۔ جب وہ بھی اور لوگوں کے ساتھ ہی بیٹھ گئے تو تسلّی ہوئی کہ یہ بھی حضرت صاحب نہیں ہیں۔ پھر حضرت مولوی نور الدین صاحب رضؓ تشریف لائے تو میں نے سوچا یہی ہو سکتے ہیں اور دل کو کسی حد تک تسلّی ہوئی لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو حضورؑ کے چہرے پر نگاہ پڑتے ہی دل باغ باغ ہو گیا اور میں خوشی سے بھر گیا یوں معلوم ہوتا تھا کہ چاند بدلی سے نکل آیا ہے۔ میں اپنی آنکھوں کو بار بار ملتا تھا اور کہتا تھا وہ اے آنکھو! خدا کے نبی کا

جی بھر کر دیدار کر لو"۔ میں جذبۂ شوق میں حضورؓ کے پیچھے پیچھے چل پڑا اور نماز میں حضورؓ کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا۔

جلسہ مسجد اقصیٰ میں ہوا۔ جب حضورؓ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے تو میں اس شوق میں کہ حضورؓ کو اچھی طرح دیکھ سکوں ملحقہ کوٹھے پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ لوگوں نے مجھے اُتر کر نیچے بیٹھنے کو کہا حضورؓ نے فرمایا بے شک چھت پر بیٹھے رہیں۔ جہاں کسی کو آواز پہنچتی ہے وہیں بیٹھنے دو۔ حضورؓ کی آواز لیکچر کے وقت پہلے آہستہ ہوتی تھی اور پھر رفتہ رفتہ بلند ہوتی جاتی تھی جب حضورؓ تقریر کر رہے ہوتے تھے تو کھانستے تک نہ تھے اور تقریر کے دوران چائے یا پانی وغیرہ بھی نہ پیتے تھے۔

اُنہی دنوں حضورؓ سیر کے لئے تشریف لے گئے بہت سے لوگ حضورؓ کے ساتھ چل پڑے۔ حضور بہت تیز تیز قدم اٹھاتے تھے۔ ہم پیچھے رہ جاتے اور پھر دوڑ کر حضورؓ سے جا ملتے۔ حضورؓ دکان احمدیہ سٹور کے پاس لسوڑھی کے درخت کے نیچے کھڑے ہو گئے اور جو لوگ مصافحہ کرنا چاہتے تھے انہیں مصافحہ کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ حضورؓ کے گرد حلقہ بنا لیا گیا تاکہ لوگ آسانی سے مصافحہ کر سکیں لیکن میں اور میرے زمیندار ساتھی اپنے اشتیاق میں حلقہ کو توڑ کر بار بار مصافحہ کر لیتے تھے جب میں دو دفعہ مصافحہ کر چکا اور تیسری مرتبہ مصافحہ کے لئے آگے بڑھا تو حکیم محمد عمر صاحب نے کہا تم تین چار مرتبہ مصافحہ کر چکے ہو اور بعض دوست ابھی ایک بار بھی مصافحہ نہیں کر پائے ہیں۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا حکیم صاحب! آپ انہیں نہ روکیں آپ کو ان کی بھوک کا بھی معلوم ہے۔ چونکہ ہم لوگوں کے بار بار مصافحہ کرنے سے حلقہ ٹوٹ جاتا تھا اس لئے لوگوں نے حضورؓ سے شکایت کی کہ حلقہ قائم نہیں رہتا۔ اس پر حضورؓ نے فرمایا جو لوگ حلقہ توڑتے ہیں اُن سے ہی حلقہ بنواؤ۔ چنانچہ ہمیں حلقہ بنانے کا حکم ہوا اور ہم حضورؓ کے گرد حلقہ بنا کر کھڑے ہو گئے اس کے بعد حلقہ نہ ٹوٹا اور سب لوگوں نے بآسانی مصافحہ کر لیا۔ جب مصافحہ ہو رہا تھا تو بعض لوگوں نے عرض کیا ہم حضورؓ کے لئے کرسی لے آتے ہیں حضورؓ اس پر تشریف رکھیں حضورؓ نے فرمایا میرے خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں لوگوں سے نہ اُکتاؤں اس لئے کرسی فراہم کرنے کی ضرورت نہیں۔ حضورؓ مصافحہ کے وقت بہت ہشاش بشاش نظر آتے تھے۔

اس کے بعد میں جماعت سیالکوٹ کے ہمراہ حضورؓ کے گھر میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ میں قریب رکھے ہوئے ایک صندوق پر بیٹھ گیا تاکہ تمام وقت حضورؓ کو دیکھتا رہوں۔ ایک آدمی نے مجھے کہا نیچے بیٹھو۔ حضورؓ نے فرمایا کوئی حرج نہیں، بچہ ہے، صندوق پر ہی بیٹھا رہنے دو۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ حضورؓ کے دانت دیکھوں حضورؓ مسکرائے بھی، ہنسے بھی لیکن میں حضورؓ کے دانت نہ دیکھ سکا۔

آخر میں دعا ہوئی۔ حضورؓ نے پہلے دونوں ہاتھ کھول کر ایک دوسرے سے کچھ فاصلہ پر رکھے۔ پھر اُن کو ایک دوسرے کے قریب کر لیا۔ بالآخر انہیں ملا دیا۔ پھر انہیں منہ کے قریب کر لیا اور پھر دونوں ہاتھ چہرۂ مبارک کے ساتھ مل گئے ÷

یورپ میں عیسائیت کیلئے زندگی اور موت کا سوال

ڈنمارک کے ایک بااثر اخبار کا اداریہ مقالہ

آج سے قریباً ستر سال قبل میڈیکل مشن فنڈ کرسچین مشنری سوسائٹی لندن کے ڈاکٹر ہربرٹ لنکیسٹر (Dr. Herbert Lankester) نے عیسائی پادریوں کی ایک کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا:-

"فرض کرو لندن کے کسی علاقے میں کوئی مسلمان آوارد ہو جو اجنبی کپڑوں میں ملبوس ہو، ٹوٹی پھوٹی انگریزی بولتا ہو اور وہ ہمیں یہ بتانے کی کوشش کرے کہ محمدؐ خدا کا سچا رسول ہے اور یہ کہ اب ہم یسوع مسیح کی بجائے اُس پر ایمان لائیں —— ذرا سوچو تو سہی اُس مسلمان کا کیا حشر ہوگا؟ بچے کر چھوٹے چھوٹے بچے اُس پر کیچڑ اُچھالتے پھریں گے۔" (رپورٹ آف دی مشنری کانفرنس ۱۸۹۲ء منعقدہ لندن صفحہ ۴۱۹)

آج سے ستر سال قبل تک انگلستان کیا، سارے یورپ کا یہی حال تھا۔ وہاں اسلام کے خلاف پادریوں نے اس قدر تعصب پھیلایا ہوا تھا اور حقائق کو مسخ کرکے لوگوں کے ذہن پر اسلام کی ایک ایسی بھیانک تصویر نقش کر رکھی تھی کہ فی الواقعہ وہاں لوگ اسلام کے حق میں کوئی ایک بات بھی سُننے کے لئے تیار نہ تھے اور ایسی صورت میں بظاہر وہاں کسی یورپین کے مسلمان ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ لیکن (جیسا کہ ہم قبل ازیں کئی بار شائع کر چکے ہیں) عین اسی زمانہ میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر یورپ میں اسلام کے پھیلنے اور غالب آنے کی پیشگوئی فرمائی۔ اُس وقت پادریوں نے اس آسمانی پیش خبری پر فضا میں ایک قہقہہ بلند کیا اور کہا ہر بات ممکن ہوسکتی ہے لیکن یہ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا کہ اسلام مغرب میں پھیل سکے۔ حتّٰی کہ ۱۸۹۶ء میں امریکہ کے ایک مشہور عیسائی منّاد ڈاکٹر جان ہنری بیروز ڈی ڈی نے شکاگو سے ہندوستان پہنچ کر اپنے ایک لیکچر میں بابانگ دہل اعلان کیا:-

"اسلام بھی ایک مشرقی مذہب ہے۔ یہ ہماری مغربی فضا میں سانس لے ہی نہیں سکتا اور نہ یہ کبھی ہمارے مغربی ذہنوں کو راس آسکتا ہے۔" (بیروز لیکچرز صا۲)

آج جبکہ ان اعلانوں پر ابھی ستر سال ہی گزرے ہیں یورپ کے عیسائی حلقے حیران و پریشان ہیں کہ

ہمارے ان بلند بانگ دعاوی اور تعلیموں کے باوجود اسلام یورپ میں پھیلنا شروع ہو گیا ہے اور پھیل بھی رہا ہے اُن پیشگوئیوں کے عین مطابق جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے آج سے ستر سال پہلے کی تھیں اور پھر اس کو پھیلانے والے آپ کی ہی قائم کردہ جماعت کے افراد ہیں۔ یورپ میں اسلام کی اس روز افزوں ترقی کو دیکھ کر وہاں کے عیسائی حلقوں میں اضطراب کی ایک لہر دوڑی ہوئی ہے اور وہ برابر اس فکر میں ہیں کہ اسلام کی اس پیشقدمی کو کیونکر روکا جائے۔ اس ضمن میں ہم گزشتہ شماروں میں سوئٹزرلینڈ کے متعدد اخباروں کے اقتباسات شائع کر چکے ہیں۔ آج ہم ڈنمارک کے ایک اخبار کا تازہ اقتباس ذیل میں درج کرتے ہیں جس سے یورپ کے عیسائی حلقوں کے اضطراب کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم ڈنمارک سے شائع ہونے والے مذکورہ اخبار کا متعلقہ اقتباس درج کریں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ امسال ماہ اکتوبر میں محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اعلیٰ و وکیل التبشیر نے یورپ اور امریکہ کا تبلیغی دورہ فرمایا تھا۔ اس دورہ کے سلسلہ میں آپ ڈنمارک بھی تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے سکنڈے نیوین ممالک میں جہاں خدا کے فضل سے نو مسلموں کی نہایت مخلص جماعتیں قائم ہو چکی ہیں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی موجودہ مہم کو تیز تر کرنے کا پروگرام بنانے کے علاوہ ایک پریس کانفرنس سے خطاب بھی فرمایا۔ اس میں آپ نے اس پروگرام کی بعض تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے اس توقع کا بھی اظہار فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ ڈنمارک کی سرزمین اسلام کے لئے بہت زرخیز ثابت ہو گی۔ آپ کی اس پریس کانفرنس کی خبر سکنڈے نیوین ممالک کے ایک سو کے قریب اخبارات میں نہایت نمایاں طور پر شائع ہوئی اور بعض اخبارات نے اسلام کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ پر شدید خطرہ کا اظہار کرتے ہوئے ایڈیٹوریل مضامین بھی لکھے۔ چنانچہ ڈنمارک کے اخبار "Aarhus Stiftstidende" نے اپنی ۱۳ اکتوبر ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں "مذاہب کی مشترکہ منڈی" کے زیر عنوان جو اداراتی مقالہ شائع کیا اس کا ترجمہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اُس نے لکھا:-

"حال ہی میں یہاں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ ڈنمارک کا اسلامی مشن دنیا کے اس حصہ میں بسنے والوں کو اسلامی تعلیم سے روشناس کرانے کے لئے ایک نئی جدوجہد کا آغاز کرنے والا ہے۔ یہ خبر اس مذہبی افراتفری کو جو یہاں پہلے سے بپا ہوئی ہے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا باعث ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسلامی مشن کی ان مجوزہ مہمات کا مرکز ڈنمارک ہو گا۔ ان مہمات کا مقصد سکنڈے نیویا کے طول و عرض میں لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بنانا ہے۔

"اس وقت تک اس ملک میں چالیس افراد نے اسلام قبول کیا ہے۔ یہ تعداد بہت تھوڑی ہے اور اس مرحلہ پر کسی لحاظ سے بھی خطرہ کا باعث نہیں تاہم اسے دنیا کی دوسری سب سے بڑی مذہبی

جمعیت کی حمایت حاصل ہے جو ۲۴ کروڑ ۹۰ لاکھ پیروؤں پر مشتمل ہے۔ دنیا میں صرف عیسائیت ہی ایک ایسا مذہب ہے جسے بلحاظ تعداد اسلام پر فوقیت حاصل ہے۔

"یہ کہنا مشکل ہے کہ ڈنمارک کی سرزمین محمد صلعم کے پیروؤں کے لئے زرخیز ثابت ہوگی تاہم اس شبہ کی گنجائش ضرور ہے کہ اسلامی مشن کی اِن مساعی کا یہاں ڈٹ کر مقابلہ نہیں کیا جائے گا۔ یہ بات پہلے ہی مشاہدہ میں آچکی ہے کہ ڈنمارک کے لوگ عجیب و غریب مذہبی تجربات کا اثر قبول کرنے کے لحاظ سے محفوظ نہیں ہیں۔ اُدھر بادی النظر میں اسلام کو ایک فوقیت حاصل ہے اور اس معاملہ میں عیسائی فرقے اُس کے بالمقابل بالکل تہی دست واقع ہوئے ہیں۔ وہ فوقیت یہ ہے کہ اسلام لوگوں کے سامنے ایک ایسی چیز پیش کرتا ہے جو اُن کے نزدیک نئی اور دلچسپی کو اُبھارنے والی ہے کمیت کے بالمقابل کیفیت سے قطع نظر یہ بات بارہا ثابت ہو چکی ہے کہ ایسی خصوصیات (یعنی جدّت اور دلچسپی اُبھارنے کی صلاحیت) حصولِ کامیابی کا بہتر اور سہل تر راستہ کھولنے کا موجب ہوا کرتی ہیں۔

"اسلام کے متعلق لوگوں کی عدم واقفیت کے باعث بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کو یہاں ایک خوشکن آغاز کی سہولت حاصل رہے گی۔ اس ملک میں اب تک مشرقی مذاہب کا وسیع بنیادوں پر مطالعہ نہیں کیا گیا ہے اور لوگوں کی ایک بڑی اکثریت اسلام کے نام کو مذہبی جنگ وجدال، لہراتی ہوئی تلوار، درویشوں اور کثرتِ ازدواج کے مبہم سے تصوّر کے ساتھ ہی متعلق سمجھتی ہے۔ یہ مبہم سے تصوّرات ہی ہیں جنہیں وہ اسلام کے نام سے تعبیر کرتے ہیں لیکن ڈنمارک کے مسلمان عنقریب پبلک جلسوں کے ذریعہ جو اسلام دوسروں کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں اُس اسلام کا ان باتوں سے کوئی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔ توقع یہی ہے کہ وہ یہاں جذبۂ دوستی اور ملاطفت پر مبنی اسلام کی تبلیغ واشاعت کریں گے جو بنی نوعِ انسان کو امن، اتحاد اور اخوّت کا درس دے گا نہ کہ مذہبی جنگ اور تلوار کا۔ ایسے مذہب پر بمشکل ہی کوئی اعتراض وارد کیا جا سکتا ہے۔

"حال ہی میں جب مسلمانوں نے ڈنمارک کے دارالحکومت کوپن ہیگن میں اپنی ایک کانفرنس منعقد کی (مراد یورپ کے احمدی مبلّغینِ اسلام کی اُس سالانہ کانفرنس سے ہے جو ۱۵ ستمبر سے ۱۷ ستمبر تک کوپن ہیگن میں منعقد ہوئی تھی) تو یہاں بالعموم ایک خوشگوار ماحول میں اُن کا خیر مقدم

کیا گیا اور پریس میں اُنہیں خاصے وسیع پیمانے پر پبلسٹی بھی ملی ..... اس ملک میں بالعموم ایسی کسی خواہش کے آثار نہیں ہیں کہ اِن لوگوں کی گاڑی میں روڑا اٹکایا جائے۔

"تاہم اِس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہمیں اپنے طرزِ عمل کو اِس صورتِ حال کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیئے کہ اب مذہبی نقطۂ نگاہ سے بھی ہم عنقریب عالمی سطح پر ایک مشترکہ منڈی میں قدم رکھنے والے ہیں ـــــ مشرقی مذاہب میں سے اسلام آخری مذہب نہیں ہے کہ جو مغرب کو فتح کرنے کے لئے جدّ و جہد کر رہا ہے۔ اس میدان میں ہندو بھی یوگی واعظوں کے ذریعہ ابتدائی قدم اٹھا چکے ہیں۔ اسی طرح جاپان میں بے شمار مذہبی فرقے موجود ہیں جو بلاشبہ جلد یا بدیر ہم تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔

"اِس میدان میں بھی ہمارے لئے قابلِ غور سوال یہ ہے کہ آیا ہم اِس مقابلہ سے زندہ بچ کر نکل سکیں گے؟"

اخبار مذکور کا یہ ادارتی مقالہ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کو دنیا پر روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہا ہے۔ کُجا آج سے ستّر سال پہلے کی یہ تعلّی کہ دیگر مشرقی مذاہب کی طرح اسلام مغرب میں پھیل ہی نہیں سکتا اور کُجا آج اِس خطرہ کا اظہار کہ آیا اسلام کی موجودہ یلغار کے نتیجہ میں عیسائیت زندہ بھی بچ کر نکل سکے گی یا نہیں۔ یہ صورتِ حال اِس حقیقت پر دال ہے کہ بالآخر حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی پیشگوئی پوری ہو کر رہے گی۔ یورپ اسلام قبول کرے گا اور ضرور کرے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اِس خدائی تقدیر کے بروئے کار آنے میں مزاحم نہیں ہو سکتی۔ ع

قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

خدا کے رسولوں سے پیار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"دنیا سے پیار کرنا اور خدا کے رسولوں سے پیار کرنا ہرگز ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتا"

(لیکچر سیالکوٹ)

بچوں کا صفحہ

رسولِ مقبول کے ایک نوعمر صحابیؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں جن مسلمانوں نے حضورؐ کو دیکھا اور حضورؐ کی مجلسوں میں شریک ہو کر حضورؐ کی باتیں سُنیں اُن میں سے ہر شخص صحابی کہلاتا ہے۔ حضورؐ کے صحابہ میں بعض نوعمر بچے بھی شامل تھے۔ ہم ایسے ہی ایک نوعمر صحابی کا ایک واقعہ سُناتے ہیں۔

اِن نوعمر صحابی کا نام عمر ابن ابی سلمہؓ تھا۔ وہ ابھی بچے ہی تھے کہ اُن کے والد حضرت ابوسلمہؓ فوت ہو گئے۔ اُن کی وفات کے بعد وہ اپنی والدہ حضرت اُمِّ سلمہؓ کے ساتھ اکیلے رہا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے شادی کر لی۔ چنانچہ عمر بن ابی سلمہؓ بھی اپنی والدہ کے ساتھ حضورؐ کے گھر میں رہنے لگے۔ حضورؐ اُن سے بہت محبت کرتے تھے اور اُن کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ کیسے خوش نصیب تھے وہ کہ حضورؐ کے گھر میں پرورش پائی اور حضورؐ کی نگرانی میں ہی پلے بڑھے۔

حضورؐ اُن کو اکثر اپنے ساتھ ہی کھانا کھلاتے تھے۔ ایک دن وہ حضورؐ کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھا رہے تھے۔ حضورؐ نے دیکھا کہ وہ طشتری میں یہاں سے جی چاہتا ہے کھاتے ہیں یعنی کبھی ایک جگہ سے اور کبھی دوسری جگہ سے۔ حضورؐ نے فرمایا "عمر! ہمیشہ اپنے سامنے سے کھایا کرو۔ طشتری میں اِدھر اُدھر ہاتھ ڈالنا ادب کے خلاف ہے"۔ عمر بن ابی سلمہؓ نے فوراً اپنے سامنے سے کھانا شروع کر دیا۔

اِس سے معلوم ہوا کہ کھانا کھانے کے آداب میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان ہمیشہ اپنے سامنے سے کھائے۔ کھانا کھانے کے بعض آداب جن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی ہے ہم نے پہلے بھی بیان کئے تھے اُن کے ساتھ یہ بات بھی ہمیشہ یاد رکھو کہ کھانا ہمیشہ اپنے سامنے سے کھانا چاہیئے۔ طشتری میں ہر جگہ ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیئے۔ سو اِس لحاظ سے یہ بہت ضروری ہے کہ جب کھانا کھانے بیٹھو تو پہلے ہاتھ دھو لو۔ پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانا شروع کرو۔ دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ جب کھانا کھا چکو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اُس نے یہ نعمت عطا کی۔ پھر کلی کرو اور ہاتھ دھو کر انہیں دوبارہ صاف کر لو۔

اُمید ہے کہ بچے کھانا کھاتے وقت ان سب باتوں کا خیال رکھیں گے اور ان میں سے کبھی کوئی بات نہیں بھولیں گے۔

مرکزی اعلانات

مجالس انصار اللہ توجہ فرمائیں!

اِن دِنوں انصار اللہ کے عہدیداروں کے آئندہ تین سال کے لئے انتخابات ہو رہے ہیں۔ بعض مجالس کی طرف سے زعیم اعلیٰ/زعیم کے انتخاب کے علاوہ اس کی مجلس عاملہ بھی مقرر کی جاتی ہے۔ اِس ضمن میں دستورِ اساسی انصار اللہ کا قاعدہ ۱۷۴، ۱۸۶ یہ ہے کہ زعیم اعلیٰ/زعیم اپنی مجلس عاملہ کے ارکان کو نامزد کرے گا اور ان کی منظوری صدر مجلس سے حاصل کرے گا۔ مجالس انصار اللہ ازراہِ کرم انتخاب کرواتے وقت اِس قاعدہ کو ملحوظ رکھیں اور صرف زعیم اعلیٰ/زعیم کا انتخاب کروائیں۔ منتخبہ زعیم اعلیٰ/زعیم منظوری ملنے پر اپنی مجلس عاملہ کے ارکان نامزد کر کے صدر مجلس سے منظوری حاصل کر لیں۔

سابق صوبہ سندھ و بلوچستان کے ناظم اعلیٰ و ناظمین اضلاع کا تقرر

سابق صوبہ سندھ و بلوچستان کی مجالس انصار اللہ کی آگاہی کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ صدر محترم مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے حسبِ انتخاب مورخہ ۲۴ ۹/۶۱ بمقام کراچی بر موقع اجتماع کراچی و مجالس انصار اللہ سندھ و بلوچستان مندرجہ ذیل اصحاب کا تقرر اُن کے سامنے لکھے ہوئے عہدوں کیلئے منظور فرمایا ہے۔ مجالس نوٹ فرمائیں اور ان سے پورا پورا تعاون فرمائیں:-

۱۔ مکرم قریشی عبدالرحمٰن صاحب بنگلہ ۳۴۱ آدم شاہ کالونی سکھر	ناظم اعلیٰ سابق صوبہ سندھ و بلوچستان
۲۔ مکرم محمد اسماعیل صاحب خالد	ناظم ضلع تھرپارکر
۳۔ مکرم چوہدری سلطان علی صاحب محراب پور	،، ،، نواب شاہ
۴۔ مکرم چوہدری فضل احمد صاحب بشیر آباد اسٹیٹ	،، ،، حیدرآباد

(قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ)

ماهنامہ انصار اللہ دسمبر ۱۹۹۱ء رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۸۳ے

گناہ کی فلاسفی اور اس کا علاج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام گناہ کی فلاسفی اور اس کے طریق علاج پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

"گناہ درحقیقت ایک زہر ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور خدا کی پرجوش محبت اور محبانہ یاد الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو اور جیسا کہ ایک درخت جب زمین سے اکھڑ جائے اور پانی چوسنے کے قابل نہ رہے تو وہ دن بدن خشک ہونے لگتا ہے اور اس کی تمام سرسبزی برباد ہو جاتی ہے یہی حال اس انسان کا ہوتا ہے جس کا دل خدا کی محبت سے اکھڑا ہوا ہوتا ہے ۔ پس خشکی کی طرح گناہ اس پر غلبہ کرتا ہے ۔ سو اس خشکی کا علاج خدا کے قانون قدرت میں تین طور سے ہے (۱) ایک محبت (۲) استغفار جس کے معنی ہیں دبانے اور ڈھانکنے کی خواہش کیونکہ جب تک مٹی میں درخت کی جڑ جمی رہے تب تک وہ سر سبزی کا امیدوار ہوتا ہے (۳) تیسرا علاج توبہ ہے یعنی زندگی کا پانی کھینچنے کے لئے تزلل کے ساتھ خدا کی طرف پھرنا اور اس سے اپنے تئیں نزدیک کرنا اور معصیت کے حجاب سے اعمال صالحہ کے ساتھ اپنے تئیں باہر نکالنا اور توبہ صرف زبان سے نہیں ہے بلکہ توبہ کا کمال اعمال صالحہ کے ساتھ ہے تمام نیکیاں توبہ کی تکمیل کے لئے ہیں"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب

ٹائٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں طبع ہوا